اللہ

اسلام اور قوانین جہاں

مصنف

آیت اللہ العظمیٰ سید محمد الشیرازی مرحوم

مترجم

حافظ اقبال حسین جاوید

ادارہ پاسبان اسلام۔ بھلوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور قوانینِ جہاں

مصنف

آیت اللہ العظمیٰ السید محمد الحسینی الشیرازی

مترجم

حافظ اقبال حسین جاوید

ناشر

اِدارہ پاسبانِ اسلام، بھلوال ضلع سرگودھا

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ تَكَفَّلَ اللّٰهُ بِرِزْقِهٖ

(اخبار النبیؐ: ص 8)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو علمِ دین حاصل کرے گا، اللہ تعالی اس کے رزق کا ذمّہ دار ہوگا۔''

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُشخصات

نوٹ: پرنٹ شدہ قیمت سے زیادہ رقم وصول کرنا حرام ہے۔

نام کتاب: اِسلام اور قوانینِ جہاں

تالیف: آیت اللہ العظمیٰ السید محمد الحسینی الشیرازی

مترجم: حافظ اقبال حسین جاوید 042-6862267

پرنسپل: مدرسہ آیت اللہ العظمیٰ شیرازی، لاہور

پروف ریڈنگ: مسرّت حُسین زیدی، فیصل آباد، 541350

تعداد: ایک ہزار

قیمت: 90 روپے

بار: دوم

تاریخ اشاعت: ستمبر 2004ء

کمپوزنگ: وجاہت علی زیدی، ماہوز دفتر کتابت فیصل آباد

ناشر: ادارہ پاسبانِ اسلام، بلاک: اِی، گلی نمبر 3
ظہور حیات کالونی، بھلوال، ضلع سرگودھا

❁❁❁❁❁

يَا عَلِىُ اَنَا وَ اَنْتَ وَ ابْنَاكَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنِ وَ تِسْعَةُ مِنْ وُلْدِ الْحُسَيْنِ اَرْكَانِ الدِّيْنِ وَدَعَائِمِ الْاِسْلَامِ مَنْ تَبِعَنَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنَّا فَاِلَى النَّارِ

(اخبار النبی: ص 9)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے علیؑ! مَیں اور تُو اور تیرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں سے نو امامؑ، دین کے ارکان اور اسلام کی بنیاد ہیں، جس نے ہماری پیروی کی اس نے نجات پائی اور جو پیچھے رہا (پیروی نہ کر سکا)، ہم سے دُور ہوا اور جہنم کی طرف گیا۔"

❀❀❀❀❀

فہرست

❁❁❁❁❁

آیت اللہ العظمیٰ کے حالاتِ زندگی

شیرازی خاندان تاریخ اسلام کی سربلندی وعظمت کے لیے شاہکار کارنامے انجام دیتا چلا آرہا ہے۔ یہ عظیم المرتبت خاندان کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اس خاندان کا ہر فرد ملت کے مقدر کا درخشاں و تابندہ ستارہ ہے۔ اسی خاندان کے ایک چشم و چراغ، حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید محمد شیرازی مرحوم اس دور کی ایک عظیم ترین شخصیت تھے۔

آپ کی ولادت با سعادت 15 ربیع الاول 1347 . ھ کو نجفِ اشرف (عراق) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مرجع دین و شریعت اور عظیم مجاہد تھے آپ کی ابتدائی تعلیم کا مرکز علم و دانش اور تقویٰ سے بھرپور آپ کا اپنا شاداب گھرانہ ہی تھا۔ آپ اپنے والد ماجد کے زیرِ سایہ پروان چڑھے، جب آپ کی عمر آٹھ برس کی ہوئی تو ماہ ربیع الاول 1355 . ھ کو آپ کے والد ماجد نے بمعہ اہل وعیال نجف اشرف سے کربلا مُعلّیٰ ہجرت فرمائی اور وہاں حوزۂ علمیہ کربلائے مُعلّیٰ کے نام سے تنظیم وارتقاء کا بیڑا اٹھایا، آپ نے

وہیں علم وفضیلت کی پھلواریوں میں قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد آپ نے اپنی ذہانت اور قوت حافظہ کے سبب صرف بیس سال کی عمر میں اصول، علم کلام، منطق فلسفہ وغیرہ مکمل کر کے درسِ خارج میں شریک ہوئے، فقہ و اصول کا درسِ خارج آپ نے اپنے والد ماجد اور آیت اللہ سید محمد ہادی میلانی سے حاصل کیا۔ آپ 33 سال کی عمر میں حوزۂ علمیہ کربلائے مُعلّیٰ کے سربراہ بن گئے، آیت اللہ العظمیٰ السید محمد الحسینی الشیرازی مرحوم کی جہاد و اجتہاد سے بھرپور مثالی زندگی دینِ اسلام کی سربلندی، قومِ شیعہ کے تحفظ اور معاشرتی و دینی ارتقا کے سلسلے میں قدرت کا عظیم فیضان تھی۔

اخلاق: آپ کے اخلاق ومحاسن ہر خاص وعام کی زبان پر ہیں۔ آپ لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے، اپنے ساتھ بُرا سلوک کرنے والوں کو بھی معاف کردیتے تھے، اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ ہمیشہ یکساں برتاؤ کرتے تھے، چھوٹے بڑے سب کا احترام ان کی عادت تھی اور فقراو مساکین کی اپنی اقتصادی پریشانیوں کے زمانے میں بھی مدد کرتے رہتے تھے، علم وعمل کو بہت زیادہ دوست رکھتے تھے، تصنیف وتالیف آپ کا محبوب مشغلہ تھا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ صرف ''کتاب الفقہ'' کی ایک سو پچیس جلدیں آپ تصنیف فرما چکے تھے،

جہاد فی سبیل اللہ: آپ جس ایثار و قربانی سے بھرپور گھرانے کے فرد تھے، اس میں جہاد فی سبیل اللہ کے نظائر بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد آیت اللہ العظمیٰ میرزا مہدی شیرازی اور آیت اللہ العظمیٰ سید حسن قمی طاب ثراہما نے آپ جیسے لعلِ گراں بہا کو سرفروشی، حق پرستی، اور دین و شریعت کے لیے مسلسل جد و جہد کی ناقابل تسخیر توانائیوں سے آراستہ کیا، وہ آپ کی علمی تربیت کے ساتھ ساتھ آپ میں روح جہادِ عمل بھی بھرتے رہے، ان تربیتوں کے ساتھ ذاتی جوہر نے نامساعد حالات میں بھی اپنے مقصد کے لیے سرگرم رہنا آپ کی سرشت کا حصہ بنا دیا تھا، عراق میں آیت اللہ العظمیٰ السید محمد شیرازی کا جہاد ایک عظیم تجربہ تھا، جس کے ردِ عمل میں عراقی حکومت نے آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا لیکن آپ ہجرت کر کے کویت تشریف لے گئے۔ آپ کے جہاد فی سبیل اللہ کا عظیم نمونہ آپ کے چھوٹے بھائی اور عظیم شاگرد الشہید آیت اللہ سید حسن شیرازی تھے، جنہیں قیامِ حکومتِ اسلامی اور کلمۃ الحق کی سربلندی کے لیے سجا سنوار کر آپ نے معاشرے کے سامنے پیش کیا تھا، لیکن دشمنوں نے انہیں شہید کر دیا تھا، آپ کی تصنیفات کا زیادہ تر حصہ

معاشرتی بیداری اور باطل کے خلاف صف آرائی سے بھرا ہوا ہے، اسلوب قلم پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ہم حالتِ جنگ میں ہیں، سزائے موت کا حکم سن کر بھی استقامت علی الحق سے آپ کے قدم ذرا بھی نہ ہٹے بلکہ لہجہ اور بھی تیز تر اور عمل کا جوش وخروش اور بھی نکھر گیا تھا، آپ نے کربلائے مُعلیٰ کے حوزۂ علمیہ کو نئے سرے سے مرتب کر کے اس میں ایسے غازیانِ تشیع پیدا کرنے کی کوشش کی جو استعمار کے موجودہ ہتھکنڈوں کو نہ صرف سمجھتے ہوں بلکہ مؤثر جواب بھی دے سکتے ہوں کویت میں قیام فرمایا تو آپ نے وہاں بھی حوزہ ''علمیہ رسولِ اعظمؐ '' قائم کیا۔

قلمی خدمات: آپ کا قلمی جہاد ہمہ گیر تھا، آپ کی کتابیں دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں واقعاً وقت کی ضرورت محسوس کر کے لکھا گیا ہے، متین لہجہ، عمیق مسائل کا نہایت سادہ، دل کش اور آسان تجزیہ ہیں اور یہ تمام باتیں سبھی موضوعات پر محیط ہیں، فقہ، اصول، حدیث، تفسیر، عقائد، علمِ کلام، تجوید، اخلاق و سیاست، تذکرہ وسوانح، تاریخی ارشادات، ثقافت اسلامی، طب و

عروض اور اقتصاد معاش غرض یہ کہ ہر موضوع پر عمیق تالیف و تصنیفات موجود ہیں، جوانوں کے لیے ثقافتی معیار بہت بلند اور مفید ہے ان میں تاریخ وتذکرہ، اخلاق و ارشادات، موجودہ سیاست، فقہ اور عقائد و اقتصاد پر دل کو مائل کرنے والی سادہ اور آسان بول چال کی باتیں ہیں، موضوع فقہ پر بھی تیس سے زیادہ کتابیں تحریر فرمائیں اور اُن میں صرف ایک کتاب ''الفقہ'' کی ایک سو پچیس جلدیں لکھیں اور ان میں مشہور ابواب کے علاوہ نئے ابواب مثلاً حول القرآن الکریم، اسلامی حکومت، سیاست، اقتصاد، معاشرہ اور ادارہ جیسے ابواب کا اضافہ فرمایا۔

کتاب ''الفقہ'' معنویت کے اعتبار سے بہت عظیم الشان ہے اگر آیت اللہ العظمیٰ السید محمد الحسینی شیرازی کی صرف یہی ایک قلمی خدمت ہوتی تو بھی انہیں علمی و شرعی دنیا میں جاوداں بنادیتی، اس کے علاوہ ''ایصال الطالب علی المکاسب'' 16 جلدوں پر مشتمل ہے، فقہ کے علاوہ الوصول علی الکفایۃ کی شرح الاصول پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

دوسرے موضوعات میں تفسیر تقریب القرآن علیٰ الاذہان، تیس جلدوں پر مشتمل ہے، توضیح القرآن پانچ جلدوں پر، تبعین

القرآن چار جلدوں پر، الدین وسعادہ چھ جلدوں پر، شرح نہج البلاغہ چار جلدوں پر الفصلیت الاسلامیہ چار جلدوں پر اور ''رسولؐ اسلام'' مدینہ ومکہ چار جلدوں پر، صحیح تاریخ تحریر فرمائی ہے ان کے علاوہ آپ کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد ماشاءاللہ ایک ہزار سے زیادہ جلدوں پر مشتمل ہے آپ کی زیادہ تر تصنیفات آپ کے زمانہ شباب کی ہیں اور آپ چالیس سال کی عمر سے قبل ہی 100 سے زیادہ کتابیں تالیف فرما چکے تھے، اور اسی سے آپ کی تبحرّ علمی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

موصوفِ مرحوم مرجع اعظم 17 دسمبر 2001ء بروز پیر اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی جانب رخصت ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۝

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

مترجم کا مختصر تعارف

حافظ اقبال حسین جاوید ولد غلام محمد، بھلوال، ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، دینی تعلیم کا شوق تھا، پرائمری پاس کرنے کے بعد قرآن کریم کو حفظ کرنا شروع کیا، اپنے برادرِ بزرگ علامہ غلام رضا ناصر نجفی مرحوم کے پاس دارالعلوم جعفریہ، خان پور، ضلع رحیم یار خان، میں دینی تعلیم کی ابتدا کی، طویل سفر اور حفظ قرآن کریم کی کلاس وہاں نہ ہونے کی وجہ سے دارالعلوم محمدیہ، بلاک 19، سرگودھا میں داخلہ لیا اور قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد فاضل فارسی، فاضل عربی، سلطان الافاضل، سرگودھا ہی میں کیا، فاضل کے بعد پرائیویٹ میٹرک کا امتحان دیا۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے حوزہ علمیہ قم، ایران جانے کی تمنا تھی مگر کچھ عرصہ ویزہ نہ ملنے کی وجہ سے دینی وقومی خدمات انجام دیتے رہے، انقلاب اسلامی ایران کے بعد موقع ملا تو 1979ء میں حصولِ علم کے لیے حوزہ علمیہ قم مقدسہ، ایران، چلے گئے، پھر حجۃ المسلمین

علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم کے فرمان پر 1987ء میں ایران سے واپس آکر جامعہ امام حسینؑ، خانقاہ ڈوگراں، میں مدرسہ کی تعمیر و ترقی اور درس و تدریس کی مسئولیت کو سنبھالا، 1992ء میں وہاں سے جامعہ حیدریہ، باب حیدر، ضلع سرگودھا میں، برادر بزرگ کی طویل بیماری کی وجہ سے خدمات انجام دیتے رہے، 1993ء سے مدرسہ آیت اللہ العظمیٰ شیرازیؒ کی مسئولیت کو قبول کرتے ہوئے مدرسہ ھذا کی تعمیر و ترقی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ بحقِ چہاردہ معصومینؑ دینی خدمات قبول فرما کر زادِ آخرت قرار دے۔

مسئول: ادارہ پاسبانِ اسلام، بھلوال، ضلع سرگودھا

.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....

مقدمۂ مؤلّف

خداوندِ کریم نے انسان کو آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے اور دنیاوی زندگی کو گزرگاہ قرار دیا ہے، تا کہ انسان کو ابدی قرار گاہ، اخروی زندگی میں دنیا میں کیے ہوئے اُس کے اعمال کی جزا و سزا عطا فرمائے، دنیا میں خطا کار اور نیکو کار انسان کو یکساں چھوڑ دیا ہے، خدا اگر گناہ گار کو گناہ ترک کرنے میں مجبور کر دیتا تو انسان مجبورِ محض ہو جاتا اور ثواب و عقاب بے فائدہ ہو جاتے تو اس صورت میں انسان، انسان نہ رہتا بلکہ ایک پتھر کی طرح ہوتا، جو پتھر ہونے میں مجبور ہے یعنی پتھر اس قدر مجبور ہے کہ خود اپنی حرکت میں دوسرے کا محتاج ہے، جس طرح چاہو اسے حرکت دو، خداوندِ متعال نے انسان کو ہدایت کے لیے دو چیزیں بطور ہدیہ عطا فرمائی ہیں۔

1۔ ہدایتِ وجدانی و باطنی: گمراہ انسان جب اپنا قدم گمراہی کی طرف اٹھاتا ہے تو وجدانِ باطنی فوراً اُسے راہِ ہدایت کی طرف متوجہ کرتا ہے پس ہدایت باطنی مثل آنکھ کے ہے، جب آنکھ سے کوئی چیز دیکھتا ہے تو فوراً دل میں خیال کرتا ہے۔ خواہ اس کے مطابق عمل کرے یا نہ

کرے مثلاً انسان آنکھوں سے ایک شیر کو دیکھتا ہے تو آنکھ انسان کو متوجہ کرتی ہے کہ ''یہ شیر ہے، اس سے فرار اختیار کرو،'' اب وہ فرار اختیار کرے یا نہ کرے، یہ اس پر منحصر ہے چنانچہ جب ظلم ہوتے دیکھتا ہے تو ظالم کو متوجہ ضرور کرتا ہے کہ، ''تم نے یہ ظلم کیا ہے،'' وہ خواہ ظلم کرتا رہے یا ظلم کرنے سے باز آجائے اِس کا اُسے اختیار ہے یہ پہلی ہدایت وجدانی خدا کی طرف سے انسان کو ودیعت کی گئی ہے۔

2۔ دوسری ہدایت: خداوند کریم نے انسان کو پیغمبروں کے ذریعہ ہدایت عنایت فرمائی ہے، جنہوں نے وحیٔ الٰہی کے ذریعہ انسان کو زندگی بسر کرنے اور تعمیر وترقی کے تمام اسباب منظّم طریقہ سے بیان فرمائے ہیں، پس اگر پیغمبروں کے اپنے بیان کردہ طریقوں کو منتخب کیا جائے تو انسان دنیا میں سعادت مندر ہے گا اور رذالت ونجاست، فقر و بیماری اور دنیاوی آلودگی میں لتھڑنے سے محفوظ رہے گا اور دنیا میں نیک بخت ہونے کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی سعادت مندی سے ہم کنار ہوگا۔

پیغمبر کے بیان کردہ نظام کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسا نظام موجود نہیں ہے، جو انسان کو دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں بہترین ثمرہ کا مستحق قرار دلوا سکے۔

اس کتاب میں نظام اسلام اور دنیا میں موجودہ دوسرے

نظاموں کے بارے میں موازنہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اگرچہ تمام
غیر اسلامی نظام معمولی فرق کے ساتھ اجمالاً ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں کیونکہ
تمام نظاموں کا مقصود، سرمایہ داری نظام ہی ہے، ابتداً اگرچہ وہ مختلف
زاویوں سے شروع ہوتے ہیں، لیکن اُن کی انتہا بالآخر سرمایہ داری نظام
ہی ہے، البتہ بعض جگہ شخصی سرمایہ داری ہے اور بعض جگہ حکومتی سرمایہ داری،
روس میں تمام دولت حکومت کے ہاتھوں میں ہے، امریکہ میں دولت لوگوں
کے ہاتھوں میں ہے اور عملی طور پر یہ طریقۂ واردات ایک دوسرے سے
زیادہ مختلف نہیں ہے، ہر دو نظامِ سرمایہ داری، دنیا میں ذِلت وخواری کو
تمام شعبوں میں نافذ کرتے ہیں، سرمایہ داری نظام سے دنیا کی تمام بدبختیاں
آشکار ہیں، مظلومین اِنہیں کے ہاتھوں پس رہے ہیں اور دنیا کے ہر گوشے
میں فتنہ وفساد کے موجد یہی نظام ہیں، خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ انسانوں
کو نظامِ اسلام کی مکمل پیروی کرنے اور مسلمانوں کی رہبری میں احکامِ اسلام
کی اتباع کی، جو کہ ہر معاشرہ اور ہر فرد کے لیے دنیا وآخرت میں سعادت و
بھلائی ہے، ہدایت فرمائے بے شک خدا ہی کارساز اور حقیقی مددگار ہے۔

محمد الحسینی الشیرازی

کربلائے مقدس، عراق

21 جمادی الاول، 1389 ہجری،

یاعَلِیُ مَنْ اطَاعَکَ فَقَدْ اطَاعَنِیُ وَمَنْ
اَطَاعَنِیُ فَقَدُ اطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنُ عَصَاكَ فَقَدُ
عَصَانِیُ وَمَنُ عَصَانِیُ فَقَدْ عَصَی اللّٰہ

(اخبار النبیؐ: ص10)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے علیؑ! جس نے تیری پیروی کی، اس نے میری ہی پیروی کی اور جس نے میری پیروی کی، اُس نے اللہ تعالیٰ کی پیروی کی اور جس نے تیری نافرمانی کی، اس نے میری ہی نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

❋❋❋❋❋

سخنِ مترجم

بسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحیمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرفِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْن وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہِ الَّذِیْنَ اَذْھَبَ اللّٰہُ عَنْھُم الرِّجْسَ وَطَھَّرَھُمْ تَطْھِیْرًا وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَآئِھِمْ اَجْمَعِیْنَ. امابعد!

دینِ اسلام خدا کا آخری دین ہے اور انسان کو قیامت تک جس چیز کی احتیاج ہو سکتی ہے، اسلام نے اسے بیان کر دیا ہے اور یہ ایسا مذہب ہے جو ہر زمانے میں قابلِ اجرا ہے، لیکن ظہورِ اسلام کے روزِ اول ہی سے مادی لوگوں کے منافع اور مصالح خطرے میں پڑ گئے تھے، لہٰذا اسی وقت سے اس کے خلاف تخریب کاری اور روڑے اٹکانا شروع کر دیئے گئے تھے، انسان کے لیے دنیا ایک آزمائش گاہ ہے، اس لیے خداوند کریم نے ہر انسان کو اُس کے ارادے اور اختیار کے ساتھ آزاد چھوڑ دیا ہے اور عقل وفکر جیسی قوت عطا فرمادی تا کہ اس کی روشنی میں جو راہ چاہے اختیار کرے، آئینِ اسلام نے انسان کو آزادی عطا کی

ہے چاہے وہ نیک راہ اختیار کر کے مقربِ بارگاہِ خداوندی ہو جائے یا خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرتے ہوئے احکامِ قرآن کو روند کر گمراہ ہو جائے، خواہشاتِ نفسانی میں غرق انسان ہر چیز کو اپنی مرضی کے مطابق اور اپنے فائدے کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے، چونکہ آئینِ اسلام تمام افراد کے لیے مساوی ہے، اس میں چھوٹے بڑے، سیاہ سفید، عرب وعجم، امیر غریب سب برابر ہیں، دنیا پرست لوگوں نے جب اسلامی اصولوں کا تجزیہ کیا تو انہیں اسلام میں اپنی نابودی کا سامان نظر آیا اور اُن کی مصلحتیں خطرے میں پڑتی دکھائی دیں تو انہوں نے آہستہ آہستہ حقیقی اسلام سے دوری اختیار کرنا شروع کر دی اور یہاں تک کہ بظاہر حکومتِ اسلامی کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام کے خلاف عمل کرنے لگے، دوسری طرف دیرینہ دشمنانِ اسلام نے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ مسلمانوں میں اُن کا اثر و رسوخ بڑھنے لگا اور اُن کا مقصد یہ تھا کہ ملتِ اسلام میں تفرقہ ڈالیں اور اُن پر حکومت کریں، اس کے لیے انہوں نے مسلم ممالک میں اپنی تنظیمیں اور گروہ تشکیل دیئے اور کچھ نئے نظریات اور مذاہب کی بنیادیں ڈالیں اور اسلام میں تخریب کاری شروع کر دی مثلاً سعودیہ میں وہابی مذہب، ایران وعراق میں بہائی، پاکستان میں قادیانی، کسریٰ کے طرف داروں نے کمیونسٹوں، بعثیوں، فلانجسٹوں اور قومیتوں کو اسلامی ممالک میں فروغ دیا، جبکہ امتِ اسلام سوئی ہوئی تھی، اسلام کے ان تمام مخالف گروہوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ ملتِ اسلام سے

روحِ اسلام کو ختم کر ڈالیں، مخالفینِ اسلام آپس میں ایکا کر کے دینِ اسلام اور احکامِ قرآن کو مٹانے کے درپے ہو گئے اور خود استعمار بیرونی طور پر تخریب کاری میں مصروف ہو گیا اور دن رات کی سازشوں سے فلسطین کو اسلامی ممالک سے نہ صرف یہ کہ جدا کر ڈالا بلکہ وہاں شیطان بچے اسرائیل کا ناجائز جنم بھی دلوا دیا، لبنان میں فلانجسٹ عیسائیوں کو مضبوط کر کے لبنانیوں پر مسلط کر دیا، مشرقی یورپ کے اسلامی ممالک کو کمیونسٹوں کے حوالے کر دیا، یہاں تک کہ شمالی ایران میں چھ مسلم نشین ریاستیں روس کے قبضے میں دے دی گئیں، قومی اور لسانی تنازعے کھڑے کر کے مسلم ملکوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازشیں کیں، بنگلہ دیش کو پاکستان سے جدا کیا، اور پھر اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ نئے سرے سے اپنے زر خرید غلاموں کے ذریعہ اسلامی ممالک کی دولت و منافع کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے میں لگ گئے، انقلاب اسلامی ایران کے بعد ملتِ اسلام میں ہر جگہ جذبۂ اسلام بیدار ہو گیا تھا اور اب بھی کئی ملکوں میں نظامِ اسلام کے لیے ملتِ اسلام قربانیاں پیش کر رہی ہے، لیکن دکھ کی بات یہ ہے ان ممالک میں نام نہاد مسلمان حکمران اپنے ہی عوام کو محض اس لیے ظلم کا نشانہ بنا رہے ہیں کہ وہ آئینِ شریعتِ محمد مصطفےٰؐ، قانونِ خدا، احکامِ قرآن اور نظامِ اسلام کا مطالبہ کر رہے ہیں، افغانستان، بنگلہ دیش، مصر، سوڈان، عراق، لبنان، کے عوام نظامِ اسلام کے مطالبہ میں اس وقت پیش پیش ہیں، پاکستان کو قائم ہوئے سالہا سال ہو چکے ہیں جس کے لیے

لوگوں نے اپنا گھر بار اور کاروبار چھوڑا اور اس خیال سے مال و جان کی قربانی دی کہ ایک ایسا خطہ مل رہا ہے جہاں وہ قانونِ خدا اور نظامِ الٰہی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں گے۔ اسے پاکستانیوں کی شومیٔ قسمت کہیے یا مشیتِ الٰہی کا تقاضا کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے اُن کے بعد سے لے کر آج تک ملتِ اسلام، نظامِ الٰہی کے لیے ترس رہی ہے، زبانی کلامی بیانات تو بہت ہیں لیکن عملاً کچھ بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ملتِ اسلام کو وہ دن جلد دکھلائے کہ جب تمام اسلامی ممالک سے استعماروں کا جنازہ نکلے اور احکامِ قرآن اور قانونِ اسلام کماحقہٗ نافذ ہوں، احکامِ قرآن قیامت تک کے لیے ہیں کیوں کہ اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ معاشرۂ انسانیت کی بھلائی کے لیے دنیا میں سوائے نظامِ اسلام کے، فطرت کے عین مطابق اور کوئی قانون نہیں ہے۔ قرآن کے احکام کا مطالعہ اور اس میں غور و فکر کرنا مسلمانوں کے لیے بھلائی اور نجات کا سبب ہے، استعمار چاہتا ہے کہ مسلمانوں سے قرآن کی تعلیم ختم ہو جائے کیونکہ قرآن مقدس ظالموں کے خلاف نفرین کا حکم دیتا ہے، انسان و حیوان کا فرق بتلاتا ہے، عدل و انصاف کا درس دیتا ہے، چنانچہ ظالم، بے انصاف اور طاقت ور دشمنانِ اسلام کب چاہیں گے کہ مسلمانوں میں احکامِ قرآن باقی رہیں۔

اس صدی کے آخر سے بہت سے بزرگ دانش مندانِ اسلامی، مسلمانوں کو احکامِ قرآن کی طرف متوجہ کروانے کی بہت کوشش کر رہے ہیں اور

ان کی کوشش بہت حد تک ثمر آور ثابت بھی ہو رہی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ احکامِ قرآن جو صدیوں سے متروک ہیں، جاری کیے جائیں اور اس سلسلہ میں تحریراً و تقریراً وہ بہت جانفشانی سے کام کر رہے ہیں کہ تمام انسانوں بالخصوص نسلِ نو جوان کو احکام قرآن و قوانینِ اسلام کے زیور سے آراستہ کریں، انہیں میں سے ایک بزرگ دانشمند، اسلامی مرجع، مجاہد آیت اللہ العظمیٰ السید محمد الشیرازی مرحوم بھی تھے جو اپنی حینِ حیات میں سیکڑوں کتابیں لکھ چکے تھے، تاکہ نسلِ نو جوان کو صحیح احکام اسلام و قرآن سے آگاہ کیا جائے، یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ بھی اُن کی فارسی کتاب ''اسلام و نظام ہائے معاصر'' اردو دان حضرات کے استفادہ کے لیے ترجمہ کر کے پیش کی جا رہی ہے، تاکہ خداوند کریم ملتِ اسلام کو احکام قرآن کی روشنی اور قوانینِ اسلام کے سائے میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اس کتاب میں آسان اور اختصار کے ساتھ نظامِ اسلام کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں موجود چند مشہور نظاموں کا اسلام سے موازنہ بھی پیش کیا گیا ہے اور محکم دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ فقط نظامِ اسلام ہی جہانِ بشریت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو سکتا ہے، دشمنانِ اسلام کے زر خرید غلام جو اسلام کے لباس میں احکام قرآن کو پامال کر رہے ہیں اور احکام اسلام و قرآن کی ترویج کرنے والوں پر سختیاں کر رہے ہیں اور اسلام کی پاسبانی کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، انہیں خدا سے ڈرنا چاہیے اور فرعون، قارون، شداد و نمرود کے

واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ آخر ایک دن خدا کی بارگاہ میں انہیں بھی جواب دہ ہونا ہے لہٰذا اپنی خواہشاتِ نفسانی یا اپنے اقتدار کی خاطر قرآن مقدس کے احکامات کو پسِ پشت نہ ڈالیں، قرآن مقدس کہتا ہے، ''ظلم نہ کرو، سود نہ کھاؤ، شراب نہ پیو، زنا کار نہ بنو، کسی کے حقوق غصب نہ کرو، زکوٰۃ ادا کرو، نماز پڑھو اور اسی طرح دیگر واجبات و محرمات بیان کیے ہیں، جو شخص ان احکام قرآن و اسلام پر عمل نہیں کرتا اس سے قرآن کا احترام یا نبی کریم کا فرمان تسلیم کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی، قانون ساز اداروں کے نمائندوں کو چاہیے کہ وہ فرمان الٰہی کے خلاف قانون نہ بنائیں کیوں کہ قانون بنانا صرف خدا کا کام ہے، دنیا کا یہ چند روزہ مال و متاع قیامت کے روز عذابِ خدا سے نجات نہ دلوا سکے گا، جو حکمران شہنشائیت یا جمہوریت کے لباس میں اسلام کے نام پر ملتِ اسلام سے دھوکہ اور عمداً قانون قرآن کی مخالفت کررہے ہیں انہیں رضا خاں پہلوی، جعفر نمبری، انور السادات، ببرک کارمل، کمال اتاترک، یٰسین ہاشمی، عبدالناصر وغیرہ کے حالات سے، جنہوں نے مساجد کو تالے لگوادیئے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنے سے روکنے کی کوشش کی، عبرت حاصل کر کے بارگاہِ خداوندی میں اپنی سابقہ غلطیوں کی مافی مانگ کر رضائے خدا کی خاطر فی الفور قانونِ الٰہی کو نافذ کرنا چاہیے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کسی اسلامی ملک میں قرآن مقدس و مساجد جلا دینے والے مجرموں کو تو سزا نہ دی جائے، لیکن اگر

امریکہ یا روس کے، جو خون خوارِ جہاں اور ملتِ اسلام اور احکام قرآن کے ازلی دشمن ہیں، جھنڈوں کو ملتِ اسلام کے افراد نذر آتش کریں تو ان کے خلاف مقدمات قائم کیے جائیں؟ یہ قانونِ اسلام اور احکام قرآن کو پامال کرنا اور غضبِ خدا کو دعوت دینا ہے، تاریخ نے غداروں کو کبھی معاف نہیں کیا اور قرآنِ مقدس سے غداری کرنے والوں کو خداوند کریم، پیغمبر اکرمؐ اور ملتِ اسلام بھی کبھی معاف نہیں کرے گی، جو قرآن و اسلام کا احترام کرے گا، خداوند کریم اسے عزت و آبرو بھی عطا کرتا ہے اور حکومت بھی عطا کرتا ہے، دشمنانِ اسلام، اسلامی ممالک کے حکمرانوں سے دوستی کا اظہار کر کے اسلام و قرآن سے دشمنی کرتے ہیں اور ملتِ اسلام پر ظلم و ستم کرنے کے ساتھ ساتھ ان ممالک کی دولت اور صلاحیتیں لوٹتے ہیں، منکراتِ اسلام کو ملتِ اسلام میں رواج دیتے ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے تاریخِ اسلام اور احکام قرآن میں تحریف کر کے اول سے لے کر آخر تک اپنی دشمنی کا ثبوت دیا ہے، یہ لوگ اسلام کی سربلندی کبھی برداشت نہیں کر سکتے، بلکہ جب بھی سوچتے ہیں یا عملاً کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو احکام قرآن اور ملتِ اسلام کو نقصان پہنچانے اور نیست و نابود کرنے ہی کی فکر کرتے ہیں، جو حکمران احکامِ قرآن اور قانونِ اسلام پر عمل پیرا نہیں ہوتے، ان سے دشمنِ اسلام ڈرتا بھی نہیں ہے، لیکن ان حکومتوں سے ڈرتا ہے جو احکام قرآن و اسلام کے پابند ہیں، انہیں تاریخ یاد ہے کہ جنگِ

بدر میں دشمن کو فنا کر دینے والے 313 اور پورے ہسپانیہ کو فتح کرنے والے صرف 500 مجاہدینِ اسلام تھے اور اسی طرح سے دیگر تاریخی معرکے بھی جن میں مخلص مجاہدینِ اسلام نے دشمنوں کو شکستِ فاش دے کر پرچمِ اسلام اور احکامِ قرآن کی آبرو کو بلند کیا تھا۔

یا اللہ! تمام مسلمانوں کو بدر واحد اور شہدائے کربلا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

قارئین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر کسی جگہ پر کسی قسم کی کوئی کمی وبیشی ہو تو آگاہ فرمادیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے، یاد رہے کہ یہ کتاب، جس کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے، آج سے تقریباً بیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ

مترجم: حافظ اقبال حسین جاوید، ایم۔اے

25-8-2004، لاہور۔

❁❁❁❁❁

طبقاتی جنگ

دنیا میں یہودیت، ونصرانیت، دودین ظاہر ہوئے اور اُن کے پیغمبر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے، جو انسان کی ہدایت واصلاح اور جہاں میں صلح وامن کے لیے تشریف لائے، تاکہ لوگوں کو دنیا وآخرت میں بھلائی نصیب ہو اور لوگ خداوندِ کریم کی اطاعت میں داخل ہو سکیں۔

لیکن افسوس کہ زمانہ کے لوگوں نے اِن دونوں پیغمبروں کی اتباع نہ کی اور خود پسندی اور سرکشی میں مبتلا ہو گئے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعون تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہودی تھے، جو اپنے غرور و تکبر کی کثافتوں میں اتنے غرق تھے کہ ان پیغمبروں کو اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ دینِ خدا کی حقیقت کو کما حقہ بیان کر سکیں

اور انسانوں کی بھلائی کے لیے الٰہی دستور جاری کر سکیں، اُن کے بعد دونوں پیغمبروں کی امت کے لوگوں کے دین پر چلنے والوں کی نوبت آئی اور اس پر تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے دین میں تحریف شروع کر دی اور اپنی مرضی کے مطابق آسمانی کتابوں میں ردو بدل کرنے لگے، وہ دنیا میں جس طرح اپنی زندگی گزارنا چاہتے تھے، اسی طرح وہ وقت کے ساتھ ساتھ کتابِ خدا میں تبدیلی کرتے چلے گئے۔

یہودیوں کی نافرمانی کی طرح عیسائیوں نے بھی خود ساختہ عدالتیں قائم کیں اور کلیسا اور پوپ کو لوگوں کے عقائد میں تفتیش کا اختیار دیا، چنانچہ جو اُن کی مرضی کے خلاف ہوتا، انہیں سخت سزائیں دی جاتیں اور یہ ضرر فرعون اور معاصرینِ عیسیٰؑ کے ضرر سے کم نہ تھا، بلکہ جامۂ بشریت کے لیے یہ ضرر اس سے کہیں زیادہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

❁❁❁❁❁

دین و دنیا

یہودیوں اور عیسائیوں کے انحرافات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ دین کو دنیا سے جدا کر دیا جائے، حالانکہ اُن کے مذہب کے مطابق دنیا سے دین جدا نہ تھا، انہوں نے اپنی عقل کے مطابق دین کو آخرت کے ساتھ مربوط کیا اور کہا، ''جو کچھ قیصر (حکومت) کے لیے ہے، اسے حکومت کے حال پر چھوڑ دو اور اور جو کچھ خدا کے لیے ہے، اسے دینِ خدا کے لیے رکھو،'' اس طرح وہ دین سے منحرف ہو گئے اور غلط راہ پر چلنے لگے وہ حکومت کو کمر توڑ مالیت ادا کرتے اور پوپ کی تعظیم کرتے اور اس طرح سے لوگوں کو اصلی اور الٰہی راستہ سے ہٹا دیا، اور اپنے ساتھ ایک مسخرہ پن انجام دیا۔

عُقلاء اور دانش مند ہمیشہ اسی فکر میں رہتے کہ اس خود ساختہ رنج والم سے، جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے، کسی طرح

چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ دنیا میں آج بھی یہی شور وغوغا ہے کہ
علماء کا کام صرف نماز روزہ ہے اور حکومت و دنیا کے امور سے
اُن کا واسطہ نہیں ہے، یہ آواز دراصل مغرب زدہ لوگوں کی ہے،
کیونکہ عیسائیوں کے نزدیک یہ تصور تھا کہ اِن کا دین اُن کی
ترقی میں رکاوٹ ہے، لہٰذا انہوں نے دین کو دنیا سے جدا کر دیا،
اسی طرح وہ دین اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کر کے ملتِ
اسلام کو، اسلام کے نظام سے دور رکھنا چاہتے ہیں، حالانکہ تاریخ
گواہ ہے اور ملتِ اسلام جانتی ہے کہ رسول اکرمؐ اپنی زندگی
میں نظامِ اسلام کے تحت لوگوں کے دینی و دنیاوی امور انجام
دیتے اور فیصلہ کرتے تھے، زمامِ حکومت رسول اکرمؐ کے ہاتھ
میں تھی اور روحانی پیشوا ہونے کی وجہ سے قوانینِ اسلام کے
مطابق نظامِ حکومت بھی انہیں کے ہاتھ میں تھا، یہود و نصاریٰ
چونکہ رسول اکرمؐ کی رسالت کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی دینِ
مصطفیٰ کو سچا مانتے ہیں، اس لیے سادہ مسلمانوں کو اپنے غلط

پروپیگنڈے سے ورغلاتے رہتے ہیں اور دینِ اسلام سے نفرت دلواتے ہیں اور کہتے ہیں کہ، ''نجاتِ بشریت کے لیے دینِ اسلام کے قوانین کافی نہیں'' (حالانکہ وہ اس سے باخبر ہیں کہ دنیا میں فقط نظامِ اسلام ہی ایسا نظام ہے جس کے ذریعہ دنیائے بشریت فتنہ وفساد سے نجات حاصل کر کے آرام وسکون کی زندگی بسر کرسکتی ہے، مترجم)

امریکہ کے لوگوں نے کلیسا سے نجات اور اُن کے ظلم سے آزادی حاصل کرنے کے لیے ایک کروڑ بیس لاکھ افراد کی قربانی دی، کیونکہ اربابِ کلیسا سے عدالت، امنیت، خیر و برکت اور بھلائی وغیرہ، جس کے لوگ متلاشی تھے، نہیں ملی تھی آج کے اربابِ کلیسا اپنے پیروکاروں کو یہی کہتے ہیں کہ، ''حضرتِ عیسیٰؑ ہمارے گناہوں کا کفارہ میں مصلوب ہو گئے ہیں چنانچہ دنیا میں اب جو گناہ بھی کیا جائے گا، اس کی سزا نہیں ملے گی،'' (ذرا سوچیے کہ خود اربابِ کلیسا جنہیں ''روحانی

باپ'' کہا جاتا ہے، جب لوگوں کو گناہ کرنے پر اتنا آزاد چھوڑ دیں تو پھر سوائے بدبختی کے اور کیا ہاتھ آ سکتا ہے؟ مترجم)

دین یہود و نصاریٰ میں لوگوں کو خیر و بھلائی کے دروازے بند نظر آتے تھے اور اب بھی وہ جوں کے توں بند ہی ہیں۔

❁❁❁❁❁

نویدِ اسلام

دینِ اسلام کا آفتاب طلوع ہوا، جس نے یہ روشنی پھیلائی کہ، ''خداوندِ کریم انسانوں کو عدالت و نیکی کا حکم دیتا ہے، اچھی باتوں پر عمل اور بری باتوں سے اجتناب کا حکم دیتا ہے،'' دینِ اسلام کی یہ آواز جب لوگوں نے سنی تو اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہو گئے اور اسلام نے ایک عام اور پست ترین انسان کو بھی ہمدردی کی نظر سے دیکھا اور لوگوں کے درمیان اس کے خانگی اور اجتماعی روابط اس طرح منظّم کیے کہ اسلام سے پہلے ویسے منظّم تھے ہی نہیں، لوگ مشرق و مغرب کے نظام کے تحت مظلومیت کی زندگی گزار رہے تھے، اسلام نے مظلوم انسانوں کو ظالموں کے پنجوں سے نجات دلوائی اور ستم گروں کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دیا۔

اسلام میں پیغمبر اور امامؑ کا معصوم ہونا شرط ہے اور رہبر و حاکم اور

قاضی کے لیے عدل وانصاف اور پاکیزگی شرط ہے، خود قانونِ اسلام، نے ایک قانونِ عدالت ہونے کے ساتھ ساتھ مزید اضافہ کیا کہ، ''قاضی وحاکم، عادل ہو'' اور ایسی شرائط دنیاوی زندگی کے مختلف شعبوں میں یقیناً قدر وتوانائی بخشتی ہیں اور اجتماعی زندگی کو منظّم کرتی ہیں۔

دینِ اسلام کا تقاضہ یہ تھا کہ نظامِ الٰہی کی حفاظت کی خاطر ہر انسان کے لیے باطنی رہبر اور قوت کی لازمی ضرورت ہے، چنانچہ اسے انسان کے ضمیر میں محفوظ کیا تا کہ وجدانِ باطنی اسے اس طرف متوجہ رکھے کہ اگر ذرہ برابر بھی نیکی کی تو اُسے جزا ملے گی، اور ذرہ برابر برائی کی تو اسے سزا ملے گی، قانونِ اسلام کا یہی طرۂ امتیاز ہے اور یہی وجہ ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا، ''اگر مجھے ساتوں زمین آسمان اس شرط پر عطا کیے جائیں کہ مَیں ایک چیونٹی کے منہ سے ایک جَو کے دانے کا چھلکا ناحق چھین لوں تو میں اسے قبول نہیں کروں گا،'' اسلام مالی عظمت اور بادشاہ کی شوکت کو ناپسند کرتا ہے اور اس قسم کی

مادیت پرستی کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اور امام معصومؑ کی زبان پر اکثر یہ الفاظ ہوتے تھے کہ، ''میں خود ایک فقیر ہوں اور فقیروں، مسکینوں کے درمیان بیٹھنا پسند کرتا ہوں،'' اسلام نے اپنی حکمتِ عملی کے ساتھ نظام اور قوتِ مجریہ کے ذریعہ انسان کی حالت کو تدریجاً تبدیل کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ایک عام انسان کو ایک عظیم شخصیت کی حیثیت سے روشناس کروایا ہے، اگر غیر اسلامی مسالک سے معلوم کریں کہ اُن کے نزدیک انسان کیا حیثیت رکھتا ہے، تو وہ اسے ایک بندر سے بھی بدتر سمجھتے ہیں، اگرچہ بندر اور انسان میں کچھ شباہت ہے، لیکن مکتبِ غیر اسلامی جس طرح انسان کی شناخت رکھتے ہیں، وہ بندر سے بھی پست ہے، لیکن مکتبِ اسلام نے انسان کی شناخت اس طرح کروائی ہے کہ انسانِ کامل، ملائکہ کا بھی سردار ہے، لہٰذا ''مسٹر پل دپوارات'' اسلام کے بارے میں کہتا ہے کہ،'' اسلام نے جاہل اور

جھگڑالولوگوں کو صلح جو انسان بنایا، آپس میں اجنبی لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کردیا، جو بے عقل تھے اُن کو ایسی فکر دی کہ، جامۂ بشریت کے لیے وہ نایاب تحفے بن گئے،'' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوااسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَادَعَا كُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ج (سورۂ انفال، آیت 24)

''پیغمبر اکرم تمہیں جس چیز کی دعوت دیتا ہے وہ تمہاری روحانی زندگی کا باعث ہے،''

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ:

اُولٰٓئِكَ كَالْاَ نْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط

(سورۂ اعراف آیت 179)

''یہ لوگ چار پاؤں کی مثل ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر (گمراہ) ہیں،'' گویا انسان، اسلام کے بغیر حیوان سے بدتر اور ایک بے روح مردہ کی طرح ہے۔

استعماری سازش

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ مسلمانوں نے آہستہ آہستہ تمام شعبوں میں اسلام سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے، ایک زمانہ وہ تھا کہ احکامِ اسلام ہی کی برکت سے مسلمانوں نے تمام سرزمین پر حکومت کی تھی، گویا جب تک مسلمانوں میں روحِ اسلام موجود رہی، دنیا پر حکمران رہے لیکن مسلمانوں نے جیسے ہی روحِ اسلام سے ہاتھ دھوئے، پیچھے سے پیچھے ہی ہوتے چلے گئے، چند مسلمان حکومتیں اگرچہ اب بھی موجود ہیں اور بظاہر اسلام ہی کے سایہ میں ان کی عظمت و استقلال بھی ہے لیکن جب سے وہ قوانینِ الٰہی سے دور ہوئی ہیں اور قوانینِ اسلام کو انہوں نے بشری و مغربی قوانین سے تبدیل کیا ہے، بہت سی ایسی مشکلات سے دوچار ہیں کہ کوئی بھی معاشرہ

ایسی مشکلات میں مبتلا نہیں ہوا نتیجۃً حکومتوں میں استقلال ،
سعادت و سیادت اور قوت و طاقت نا بود ہے ، آپس ہی میں
لڑنے کی وجہ سے وہ ٹکڑے ٹکڑے اور ایک دوسرے سے
کوسوں دور ہو گئی ہیں ، اور ایک دوسرے پر نفرین کر رہی ہیں ،
ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں ، اور کافر حکومتوں کی
محتاج ہو کر رہ گئی ہیں ، حاکم ہیں کہ اپنی ملت کو استعماروں کے
ہاتھوں فروخت کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے منافع لوٹ
رہے ہیں ، وہ استعماروں ہی کو اپنا یار و مددگار سمجھتے ہیں ، اُن
کے علاوہ زمین و آسمان میں اپنا کوئی مددگار نہیں سمجھتے ، چنانچہ
انجام بھی وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا کہ بعض مسلمان ملک فرانس
کے غلام ہیں ، بعض انگلستان کے ، بعض روس کے ، بعض امریکہ
کے ، بعض ہندوؤں کے ، بعض یہودیوں کے اور بعض عیسائیوں
کے غلام بن کر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں ، حقائق سے ناواقف

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ دشمنوں کا غلبہ بھی مسلمانوں کے لیے دو طرح سے فائدہ مند ہے:

1۔تمدن وصنعت 2۔صلح وامنیت

پہلی صورت کے بارے میں اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر مسلمان احکامِ اسلام کا دامن نہ چھوڑتے تو سارے جہاں میں وہ مضبوط ترین تمدن اور قوی ترین حکومتوں کے مالک ہوتے۔اگر بنجر زمین دس روپے سے ہزار روپے فی ایکڑ ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ــــ "زرخیز زمین اگر ہزار روپے سے دس ہزار روپے فی ایکڑ ہے تو کیا مہنگی ہے، شرق وغرب پس ماندہ لوگ تھے اور جو ترقی بظاہر نظر آتی ہے، وہ مسلمانوں ہی کے ذریعے سے ہے، (تاریخ اسپین کا مطالعہ کریں، اُن لوگوں نے سب کچھ مسلمانوں ہی سے سیکھا ہے، مترجم)، فرض کریں اُن کی سڑکیں صاف ستھری اور مضبوط، اُن کے

ارادے محکم اور منظّم ہیں اور مسلمانوں کے ہاں اس طرح سے نہیں ہے تو افسوس ہے کہ آپ اسے عقب افتادگی سے تعبیر کرتے ہیں۔

دوسری صورت صلح و امنیت ہے، انگریزوں کے ایک مشہور رہبر ویلز یدسکاون بلنت نے، مسلمانوں کے متعلق کہا ہے کہ، ''اگر آپ ہماری حکومتوں کے زیر سایہ زندگی بسر کریں تو آپ جانتے ہیں کہ ہم آپ کو کیا دیں گے؟'' کہتا ہے:

''ہم سے سوائے ظلم وستم کی سیاست، سیاسی اذیت اور تکالیف کے کسی چیز کی توقع نہ رکھیں، ہم آپ کے مال کو چھین لیں گے اور آپ کے اخلاق (احکامِ اسلام) کو فاسد و برباد کردیں گے، ہم آپ کو جہنم کی طرف کھینچ لے جائیں گے، ہماری پیروی کر کے آپ صرف جہنم حاصل کر سکتے ہیں، ہم آپ کا فائدہ اور خوبی نہیں چاہتے، نہ آپ کی آزادی، نہ آپ کے قانون کی آزادی، نہ مطبوعات کی

آزادی، نہ تعلیم کی آزادی، نہ شخصی آزادی، حتیٰ کہ ہم آپ کو معمولی سے معمولی آزادی بھی دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، انگریزوں اور یہودیوں کا مال آپ کو خریدنا پڑے گا، ہم نہیں چاہتے کہ آپ استقلال پیدا کریں، ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے محتاج رہیں، ہم آپ پر تسلط برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور تسلط برقرار رکھیں گے۔''

''مسٹر دروفارا'' کہتا ہے:

'''''سانوتو'' کے دورِ حکومت کے سات سو سال بعد انگلستان میں وہ طاقت پیدا ہوئی ہے کہ وہ سانوتو کی اُن امیدوں کو پورا کرسکیں جو اس نے اپنی کتاب میں لکھی تھیں، ''سانوتو'' کی آرزو تھی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمانوں کو قتل اور اُن کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔''

شاید آپ سوچتے ہوں کہ یہ مصیبتیں صرف مغرب ہی کی طرف سے ہیں کہ مسلمان مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اُن پر شرق و غرب ظلم کر رہا ہے، ذرا ''مسٹر ف۔ دفرنو'' ایک شرقی سکالر کے بیان پر غور کریں وہ اپنی ایک تقریر میں کہتا ہے کہ:

''امپریا طوری روسیہ، یعنی ایک تجاوزگر ملک کا دوسرے کمزور ملک پر قبضہ کرنا، اگر مسلمان اپنے علاقوں کو اپنے ہاتھوں سے کھو بیٹھیں تو ہم انہیں آزاد نہیں ہونے دیں گے کیونکہ تیل، رُوئی، خزانے، معدنیات اور تمام چیزیں اسلامی علاقوں ہی سے ہمیں حاصل ہوتی ہیں''

ہم اگر باقی ماندہ اسلامی ملکوں کی طرف نگاہ کریں تو زراعت صنعت، تجارت، ترقی اور خوش حالی کے اسباب جو ایک ملک کے لیے صحیح معنوں میں ہونا چاہیں، کسی بھی اسلامی

ملک میں نظر نہیں آتے، کفار کی سازشوں اور یہود و نصاریٰ کی چالوں سے مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں، اور اُن کو پیچھے کی طرف دھکیل دینے کی کوشش کی جاتی ہے، اس سلسلہ میں یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں کے خلاف جو کارروائیاں کیں، اُن میں سے چند بیان کی جاتی ہیں:

1۔ مسلمان ممالک میں کافرانہ قوانین کی اشاعت، تاکہ مسلمان اپنے اصلی دینِ اسلام سے رابطہ توڑ بیٹھیں۔

2۔ بُرائی کی ترویج، یعنی جو چیزیں اسلام نے ممنوع قرار دی ہیں، اسلامی معاشرہ میں انہیں رواج دینا، تاکہ مسلمانوں کے نزدیک ممنوعیت کو ختم کیا جا سکے، لفظ اسلام اور مفہوم اسلام، ملتِ اسلام کے نزدیک اتنا محترم تھا کہ مرحوم محقق ''کرکی'' دورانِ گفتگو فرماتے ہیں کہ'' فلاں اسلامی ملک.... اور احترام کے پیش نظر میں نہیں چاہتا کہ اس کا نام لوں جب کہ اُسے اسلامی ملکوں میں شمار کرنا میرے نزدیک

جائز ہی نہیں ہے، کیوں کہ وہاں کے تاجر بازار میں بوس و کنار
کرتے ہیں"

(قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ صرف ایک نازیبا حرکت
کی وجہ سے ایک عالم دین اس ملک کا نام نہیں لینا چاہتا اور آج
ہمارے اسلامی ممالک کی عمومی حالت کیا ہے؟ مترجم)

3۔ مسلمانوں کے سامنے اسلام کو بُرے رنگ میں پیش
کرنا، توڑ مروڑ کر احکامِ اسلام کا ذکر کرنا تاکہ مسلمانوں کے
دل و دماغ میں احکام اسلام سے نفرت پیدا کی جاسکے۔

آج کا دور اس کا شاہد ہے کہ ہمارے نوجوان، اسلام
سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح شیر سے لومڑی بھاگتی ہے،
اگر کہا جائے کہ، "اسلام نظامِ حیات ہے"، تو سننے والے مسخرہ
کرتے ہیں اور تو اور اسلامی ممالک میں سے ایک ملک کے
وزیرِ قانون نے مجھے کہا کہ، "اسلام کے پاس قانون نہیں ہے"
میں نے کہا، "پھر کس طرح اتنے وسیع و عریض ملک کا نظام چل

رہاہے؟'' تو یہ سن کر وہ گویا بے دست و پا ہو گیا اور اس کی بات سے اس کی تیزی ظاہر ہوئی اور کہنے لگا:

''میرا مقصد یہ ہے کہ اسلام قانونِ اساسی نہیں رکھتا،''

اور میں نے جب اس بات کا جواب بھی دیا کہ،

''اسلام کے پاس سیاست، اداروں کو چلانا، صلح و جنگ، دوسرے ممالک کے ساتھ روابط اور جامعۂ بشریت کی فلاح و بہبود کے لیے جامع قانون موجود ہے'' تو وہ وزیر بالکل خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے پایا۔

❀❀❀❀❀

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اِبْتَلَاہُ
لِیَسْمَعَ تَضَرُّعَهُ (اخبار النبیؐ: ص14)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو زیادہ پسند کرتا ہے تو اس کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تا کہ اس کی گریہ و زاری کی آواز کو سُنے۔''

❁❁❁❁❁

تمدن یا سقوط

قابلِ غور بات ہے کہ جس تمدنِ جدید نے اسلامی تمدن کو معاشرہ سے باہر نکال کر رکھ دیا ہے، اس نے جامۂ انسانیت کو ترقی عطا کی ہے یا معاشرہ کو خراب سے خراب تر کیا ہے؟ وہ بھی ایسا کہ اب اسے صحیح راہ پر چلانے کی وہ خود بھی قدرت نہیں رکھتا، اس تمدنِ جدید کے دو حصے ہو سکتے ہیں:

1۔ جنبۂ صنعتی، 2۔ جنبۂ انسانی

تمدن جدید نے علم و صنعت میں ترقی کی ہے، اختراعات و ایجادات میں قدم بڑھایا ہے، جہاں تک ہمیں علم ہے، کافی ترقی ہوئی ہے، لیکن انسان کی عزت و وقار کے لیے فقط یہی کافی نہیں کیونکہ جنبۂ انسانی کے لحاظ سے وہ اس قدر پیچھے چلا گیا ہے کہ ایسا بدترین دور ماضی قریب میں دِکھائی نہیں دیتا، اس کے

لیے اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ پہلی اور دوسری جنگ میں انسانی جانوں کا جتنا نقصان ہوا ہے اس سے پہلے کئی صدیوں کی تعداد ملا کر بھی اندازہ لگائیں تو ان دونوں جنگوں کی تباہی پہلے سے کئی گنا زیادہ ہے، (اہل تاریخ نے صرف میدانِ جنگ میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد چار کروڑ چالیس لاکھ سے زیادہ لکھی ہے، شہروں میں مرنے والوں اور زخمی ہونے کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، ساڑھے چھ کروڑ کے نزدیک ناکارہ اور مفقود الاثر لوگوں کی تعدا بتلائی گئی ہے، صرف دوسری عالمی جنگ میں ایک کروڑ ستر لاکھ لیٹر خون زمین پر بہایا گیا، تیرہ ہزار پرائمری ومتوسط سکول، چھ ہزار یونیورسٹیاں اور آٹھ ہزار لیباٹریاں ویران و برباد ہوئیں، اس کے بعد ہر گوشے میں فتنہ و فساد تباہی و بربادی، اِنہیں کی سیاست کا جزوِ لانیفک ہے، (اسلحہ ساز ملک اپنا مال فروخت کرنے کے لیے دنیا میں آرام و سکون، صلح وامن دیکھنے کی آرزو ہی نہیں رکھتے، مترجم)

ہر وہ تمدن جس میں خیر و بھلائی، آرام وسکون نہ ہو، اس کا بھلا کیا فائدہ ہے؟

اگر ایک شخص کو دنیا میں بہترین آرام و آسائش کے سامان سے مزین ایک عالی شان محل عطا کیا جائے اور اسے کہا جائے ''یہاں زندگی بسر کرو، دو روز بعد تمہیں موت کی سزا دی جائے گی'' تو وہ شخص اس عالی شان محل اور دیگر لوازمات کی تعریف کرے گا یا مذمّت، وہ خوش ہوگا یا رنجیدہ؟

آپ کی نظر میں ایسی رہنے کی جگہ جو بظاہر معمولی ہو لیکن اس میں سکون وراحت ہو، ڈر اور خوف نہ ہو، کیا اس محل سے بہتر نہیں ہے، جس میں موت کا خوف وخطر ہو؟ تمدنِ جدید کی مثال اس مثال سے ملتی جلتی ہے۔

اس کے علاوہ ہر انسان جو معمولی سا بھی شعور رکھتا ہے، مغربی دانشمندوں کے بیانات سے نتیجہ حاصل کرسکتا ہے، مثلا

''مسٹر رابرٹ ہشنس'' کہتا ہے کہ،'' علوم مادیات نے تھوڑے ہی عرصہ میں ٹیکنالوجی کی تحقیق و ترقی میں اور اختراعات و ایجادات میں اچانک کمال حاصل کیا ہے لیکن بشری زندگی میں اخلاقی وسیاسی لحاظ سے اتنا نقصان دہ ثابت ہوا ہے کہ اُس نے انسان کو اخلاقیات سے دور ایک گندے کنویں میں گرادیا ہے،''

''مسٹر جارج واشنگٹن'' کہتا ہے،'' دین واخلاق، عاداتِ عالیہ کا مہم ترین اور لازمی جزو ہے، جس کے ذریعے سیاست پھیلتی ہے، اگر کوئی قوم پرست اس اعتبار سے دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی بنیاد ان دوستونوں (دین واخلاق)، پر ہے اور انسان کی بھلائی کے لیے کام کرتا ہے تو اس نے واقعاً معاشرہ بشریت کے لیے خیر وبھلائی کا کام انجام دیا ہے،''

اس دور میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ شرق وغرب دین و اخلاق سے یکسر دور ہیں، (غرب زبان سے بظاہر دعویٰ دار

ہے کہ اُن کے ہاں دین واخلاق ہے، لیکن حقیقتاً بدترین جرائم کا مرکب معاشرہ نہ صرف دوسرے ملکوں میں بلکہ اپنے ملک میں بھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ اخلاق، محبت و ہمدردی سے کوسوں دور ہیں، مترجم) اور اسلامی ممالک میں تو اُن کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ اُن کے دین و اخلاق کو، جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے، برباد کردیا جائے اور اُنہیں فرامینِ اِسلام سے دور کردیا جائے۔

ان گزارشات کی روشنی میں دیکھنا چاہیے کہ اگر مسلمان آرام وسکون کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو وہ تعلیماتِ اسلام کی طرف متوجہ ہوں، انہیں اسلام ہی کے دامن میں صلح وامن اور سکون و آرام ملے گا، اگر ملتِ اسلام، نظامِ اسلام کو اپنا سرمایہ حیات سمجھ لے تو آج بھی نورِ اسلام کی شعاعیں شرق و غرب کو اپنے ہالے میں لے سکتی ہیں، کل کے دن اِنہیں مسلمان کے آباؤ اجداد نے شرق وغرب میں پرچم اسلام لہرایا

تھا، اور بہت عرصہ تک پرچم اسلام کے سایہ میں وہ شرق و غرب پر حکمرانی کرتے رہے تھے، نظامِ الٰہی کے علاوہ کسی اور صورت میں اگر چاہیں کہ جامۂ انسانیت کو نجات مل جائے تو نہ صرف مشکل، بلکہ جامۂ بشریت پر فاتحہ پڑھ لینے کے مترادف ہے۔

❁❁❁❁❁

عقیدہ

نظامِ اسلام دنیا میں دوسرے نظاموں کی طرح نہیں ہے بلکہ نظامِ اسلام تین اٹل چیزوں کا مجموعہ ہے:

1۔ عقیدہ، 2۔شریعت اور 3۔حکومت

اورعقیدہ کے پانچ اصول ہیں:

1۔توحید 2۔عدل 3۔نبوت 4۔امامت اور 5۔قیامت

سعادت و نیک بختی حاصل کرنے کے لیے ان عقائد کو قبول کرنا چاہیے، یہ اصول صرف آخرت ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی اپنے دامن میں انسانوں کے لیے خیر و بھلائی لیے ہوئے ہیں، نظامِ اسلام جو انسان کو بلند مراتب تک پہنچاتا ہے، اِنہیں اصولوں کو سرچشمہ جانتا ہے، بعض وہ لوگ جنہوں نے

اِن اصولوں کو ابھی تک قبول نہیں کیا، سوچتے ہیں کہ انہیں تسلیم کر کے اسلام کے زیرِ بار ہونے سے بہتر ہے کہ انہیں قبول ہی نہ کیا جائے لیکن ایسا گمان کرنا بہت بڑا اشتباہ ہے کیونکہ فطرتِ انسان تقاضہ کرتی ہے کہ انسان اپنی زندگی کے لیے ایک بہترین اور مقدس شے کو نمونہ قرار دے۔

ایک عام مشاہدہ ہے، کہ انسان جو چیز دنیا میں پسند کرتا ہے اسے اپنے لیے نمونہ قرار دیتا ہے، کوئی بھی گروہ ایسا نہیں ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی کے تابع نہ ہو، بعض لوگ بتوں کی پوجا کرتے ہیں، بلکہ جو دین و مذہب کے منکر ہیں (کمیونسٹ وغیرہ)، وہ بھی اسٹالین، کارل مارکس اور لینن کے پیروکار کہلواتے ہیں، البتہ اُن میں فرق ہے، ممکن ہے کہ ایک گروہ نظریہ، عقیدہ، دلائل و ثبوت رکھتا ہو، یا آئیڈیالوجی اور شواہد کے ساتھ ثابت کرسکتا ہو، یا ایک نظریہ صرف کینہ و بغض کی وجہ سے بنالیا ہو، یا چند کم سمجھ لوگوں نے بطور تقلید اسے اپنالیا ہو۔

مثال : جواہرلال نہرو سے، جو ہندوستان کا مشہور رہبر تھا، کسی نے سوال کیا کہ، '' آپ ایک روشن فکر انسان مشہور ہیں، اس کے باوجود گائے کی پوجا کرتے ہیں؟'' اس نے جواب دیا کہ،'' اس سلسلہ میں مَیں اپنے آباؤاجداد کی تقلید کرتا ہوں ،'' جاپان کے ایک دانش مند سے پوچھا گیا کہ، '' آپ بادشاہ کو خدا کیسے مانتے ہیں؟'' اس نے جواب دیا کہ، '' وہ ہمارا اپنا گمان ہے،''

ایک کمیونسٹ سے سوال کیا گیا کہ،'' آپ'' کارل مارکس'' کو، حالانکہ وہ یہودی تھا اور آپ کرسچن، رہبر مانتے ہیں، اس کا احترام کرتے ہیں، آپ کے اور اس کے درمیان آخر کیا نسبت ہے؟'' وہ جواب میں کہتا ہے،'' اس لیے کہ اس کی طرح میں بھی سرمایہ داروں اور استعمارگروں سے دل میں نفرت رکھتا ہوں،''

اِن وضاحتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی نظریہ و

عقیدہ کو اپنانے کے لیے کوئی دلیل و برہان نہ رکھتا ہو اور نہ جستجو ہی کرتا ہو، لازم ہے کہ وہ یا تو تقلید کرے گا یا بغض و کینہ کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کرے گا، یا اپنے گمان کے مطابق اپنا نظریہ قائم کرے گا۔ خداوند کریم نے ایسے لوگوں کے بارے میں، جو اپنے عقیدہ کے لیے کوئی دلیل و برہان نہیں رکھتے بلکہ اندھی تقلید کرتے ہیں، انہیں کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:

اِنَّھُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَ ھُمْ ضَآلِّیْنَ○ فَھُمْ عَلٰٓی اٰثٰرِ ھِمْ یُھْرَعُوْنَ○ (سورۂ صافات، آیت 69،70)

"ہم نے اپنے اباؤ اجداد کو اس مذہب و طریقہ پر دیکھا ہے اور ہم اُن کی پیروی کرتے ہیں"

دوسرے گروہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا م بِغَیْرِ عِلْمٍ ط

(سورۂ انعام، آیت 108)

"جولوگ خدا کو چھوڑ کر غیرِ خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، انہیں بُرا نہ کہو، ورنہ وہ بغض و دشمنی اور نادانی کی وجہ سے تمہارے سچے خدا کو بُرا کہہ بیٹھیں گے۔"

یہ آیات ایسے لوگوں کے نظریات کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو بغض و کینہ، تقلید یا اپنے خود ساختہ خیالات سے ایک نظریہ پر چلنے لگتے ہیں اور کسی بھی عقیدہ کو قبول کر لیتے ہیں اور اس کے لیے وہ کوئی دلیل یا ثبوت نہیں رکھتے۔

صحیح عقیدہ کے بارے میں خدا نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِنَّھُمۡ کَانُوۡا اِذَا قِیۡلَ لَھُمۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ ۝ (سورۂ صافات، آیت 35)

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، صرف وہی اللہ خالق و قادر اور مختار ہے۔"

مخالفین اسلام سے خطاب فرمایا ہے کہ:

قُلۡ ھَاتُوۡا بُرۡھَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝

(سورۂ بقرہ، آیت 111)

''اگر تمہارے پاس سچائی کی دلیل ہے تو، لاؤ،،

کفار کے نظریہ کے بارے میں فرمایا کہ:

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○

(سُورۂ جاثیہ، آیت 24)

''اُن کا عقیدہ محض نادانی کی وجہ سے ہے، ورنہ وہ کوئی دلیل رکھتے ہیں اور نہ کوئی روشن کتاب،،

❁❁❁❁❁

شریعت

شریعت چند ایسے قوانین کا مجموعہ ہے، جن پر عمل کرنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے، خواہ حکومتِ اسلامی ہو یا نہ ہو، کفار کے ملک میں ہو یا اسلامی ملک میں، ہر مسلمان شخص اُن قوانین کا پابند ہے، خواہ وہ احکام عبادات سے متعلق ہوں، جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ، یا مقررات تحریمی کہ جن سے روکا گیا ہے مثلاً شراب خوری، جھوٹ، زنا، سود، غیبت وغیرہ یا مقرراتِ اخلاقی مثلاً مریض کی عیادت، محتاج کی مدد، سچ بولنا، صحیح مشورہ دینا، امانت داری وغیرہ، یا مقرراتِ اجتماعی مثلاً خرید وفروخت، رشتہ داروں، دوستوں اور ہمسائیوں وغیرہ کے ساتھ برتاؤ کا صحیح طریقہ یا اِسی جیسے دوسرے مسائل!

یہ دو چیزیں عقیدہ اور شریعت، ہر صورت میں لازم و

باقی ہیں، خواہ حکومت و حاکم قوانینِ اسلام پر عمل کرے یا نہ
کرے، مسلمانوں پر کیسے کیسے نازک دور نہیں گزرے، لیکن
مسلمانوں کی بقا کا سبب یہی دو چیزیں ہیں کہ مسلمان آج تک
دنیا میں باقی ہیں، چونکہ دوسرے لوگوں کا مقصد صرف حکومت
تھا اور مسلمان اپنے اصلی فرادی قوانین پر عمل پیرا رہے ہیں،
اس لیے خطرات کے باوجود دنیا میں موجود ہیں، بلکہ بعض
اوقات خطرناک حالات میں جبکہ مسلمانوں کا عقیدہ اور
شریعت خطرے میں تھی اس وقت بھی مسلمانوں نے اپنے اِن دو
گراں قدر موتیوں کو بچایا، اگرچہ حکومت ہاتھ سے جاتی رہی
جیسے اندلس کی بربادی، صلیبی جنگوں اور اِس دور میں کمیونسٹوں
کے دینِ اسلام پر حملے، یہ اس لیے ہے کہ دینِ اسلام دینِ
فطرت ہے، دنیا میں محکم و مضبوط ہے اگرچہ دشمنانِ اسلام نے
اسلامی حکومتوں کو تباہ و برباد کیا، تاہم انہیں اتنی قدرت حاصل
نہ ہوسکی کہ ان بنیادی چیزوں کو وہ مکمل طور پر مسلمانوں سے

چھین لیں فطرتِ انسانی حاکم ہے کہ جہان کا خالق دانا اور قوی ہے اور اس کی عدالت کے آثار لوگوں پر واضح ہیں اور یہ کائنات عبث نہیں ہے بلکہ اس کی خلقت کا واضح مقصد ہے، جس کے لیے خالقِ کائنات نے کئی ہستیاں بھیجی تا کہ وہ لوگوں کو اس مقصد سے آگاہی دلوائیں اور اصولی بات یہ ہے کہ خالق کے نمائندوں کے جانشین بھی ہونا چاہیں جو خالق کے اطاعت گزاروں کو دنیاوی جزا اور نافرمانوں کو سزا دے سکیں، یاد رہے کہ یہ دنیا کی جزا وسزا ہی کافی نہیں بلکہ عالم آخرت میں مکمل سزا و جزا بھی دی جائے گی، گویا دنیاوی جزا وسزا ایک اعتبار سے اُخروی جزا وسزا کا دیباچہ ہے۔

کوئی بد بخت ہی ہوگا جو جھوٹ بولنے، کسی کا مال ناحق کھانے، چوری کرنے، اور اسی طرح دیگر بُرے کاموں کو ترجیح دے اور اس کے مقابلہ میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد، تولّیٰ، تبرّا، امرِ بالمعروف، نہی عن المنکر، اور تقیّہ جیسے امور میں خالقِ کائنات کی اطاعت کے لیے آمادگی نہ رکھتا

ہو گا، اِس سے انکار ممکن نہیں کہ بہت سے لوگ احکامِ شریعت کے امور ترک کرنے اور جن امور کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اُنہیں امور میں مصروف رہتے ہیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ احکامِ شریعت یا جن امور کو قوانینِ شریعت سے تعبیر کیا گیا ہے، وہ انسان کے لیے طبعاً مفید ہیں، عقل، ذہن، فطرتِ انسانی ان سے واقف ہے، ذہن اور اعضا پر احکام تحمیل کیے گئے کہ جو چاہے بجالائے اور جو نہ چاہے بجا نہ لائے، البتہ مشاہدہ یہی ہے کہ ترک عمل کم اور انجام عمل زیادہ ہے، شریعت کے ساتھ ساتھ انسان فطرتاً اسی طرح نسبت رکھتا ہے جیسے مریض ڈاکٹر کے ساتھ اور یہ قدرتی چیز ہے کہ مریض صحت و تندرستی کو پسند کرتا ہے چنانچہ ڈاکٹر جو نسخہ تجویز کرتا ہے، مریض اس پر عمل کرتا ہے، ہاں بعض مریض ڈاکٹر کے تجویز کردہ نسخے پر عمل نہیں بھی کرتے البتہ ان کی تعداد عمل کرنے والوں کی تعداد سے بہر حال کم ہے۔

❁❁❁❁❁

حکومت

حکومت ایک ایسی قوت ہوتی ہے جو دو مقاصد کے لیے لوگوں پر مسلط کی جاتی ہے:

1۔ لوگوں کے امور کا نظم و ضبط، ایک دوسرے پر زیادتی سے روکنا یا کوئی دوسرا ملک تجاوز گری کرے تو اپنے عوام کی حفاظت کرنا۔

2۔ عوام کی ترقی کے لیے اُن کی زندگی کے ہر شعبہ میں کوشش کرنا اور یہاں یہ بات وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ حکومت کا قیام اور کسی نظام کے تحت عوام کے لیے راہِ عمل کا طے کیا جانا جامۂ انسانیت کے لیے عقلاً لازم ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی نظام حکومت کے بغیر نہیں چل سکتا اس سلسلہ میں معجزوں کا انتظار حماقت ہے، عالم آخرت بھی کسی نظام ہی کے

ساتھ مربوط ہے اور وہ ذاتِ واجب کے ہاتھوں میں ہے اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی غالباً اسی وجہ سے خوارج کی نفی کی تھی کہ خوارج کہتے تھے کہ، ''حکومت صرف خدا کے لیے ہے اور کوئی حاکم نہیں ہوسکتا،'' اُن کا یہ کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اب ہمیں کسی حاکم یا فرمان روا کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حضرت علی علیہ السلام نے اُن کی تکذیب کی، کیونکہ خوارج یہ نظریہ ظاہر کرتے تھے کہ لوگ حاکم ہوسکتے ہیں نہ انہیں قانون بنانے اور چلانے کا کوئی حق ہے، اس کے علاوہ خود خوارج اپنی مختلف الٹی پلٹی باتوں اور یاوہ گوئیوں میں گھرے ہوئے تھے اور بہت سے نادان لوگ بھی ان کے پیچھے چلتے تھے، حالانکہ اُن کے قول و فعل آپس میں مخالف، ارادے ناپختہ، اور وہ خام خیالی کے مالک تھے، لہٰذا ہر مقام پر سخت تعصب سے کام لیتے تھے اور شدید کشت وخون اور غارت گری کے بعد اُن کو سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

خوارج کے حکام اور اُن کے طرف داروں کی کج روی کا

بطورنمونہ بیان کیا جاتا ہے:

1۔ ایک خارجی حکمران کا تختہ الٹنے کے لیے ایک دوسرے حکمران نے یہ سازش کی اپنے ایک شخص کو حکم دے کر بھیجا کہ، ''فلاں شخص (حاکم) کے پاس جاؤ اور اگر اس کے پاس اس کے طرف دار خارجی بیٹھے ہوئے ہوں تو حاکم کو سجدہ کرنا'' یہ شخص وہاں پہنچا تو حاکم کے بہت سے طرف دار اس کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے، چنانچہ اس نے حسب پروگرام خارجیوں کے حاکم کو سجدہ کیا اور فوراً ہی وہاں سے نکل آیا، اس حاکم کے طرف دار خارجی فوراً اٹھے اور غضب ناک ہو کر حاکم کو قتل کرنے کے ارادہ سے اس کی طرف بڑھے، حاکم نے تعجب کے ساتھ اپنے طرف دار خارجیوں سے پوچھا، ''یہ تم نے اچانک میرے قتل کا ارادہ کیوں بنا لیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ، ''تُو اہلِ جہنم میں سے ہے اور جہنمیوں کو تو قتل کرنا ہی

چاہیے،'' حاکم نے پوچھا، ''میں بھلا کس طرح سے اہلِ جہنم میں سے ہو گیا ہوں؟ جبکہ اس سجدہ کرنے والے کو میں نے سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا، نہ ہی مجھے اس کا علم تھا کہ وہ مجھے سجدہ کرنے کے ارادہ سے آیا ہے اور مَیں اب بھی اُس کے اُس فعل سے راضی نہیں ہوں،'' خارجیوں نے کہا، ''یہ مسئلہ علم یا رضایت کے ساتھ مربوط نہیں ہے، تجھے علم ہو یا نہ ہو، تُو راضی ہو یا نہ ہو، اس سے ہمیں واسطہ نہیں، چونکہ خداوندِ کریم کا فرمان ہے کہ:

اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ ط اَنْتُمْ لَھَا وٰرِدُوْنَ ○

(سورۃ الانبیاء، آیت 98)

''اللہ کے سوا جس کی تم عبادت کرتے ہو، وہ اور تم جہنم کا ایندھن ہو،''

چونکہ تیری ذات کو سجدہ کیا گیا اس بنا پر تو پکا جہنمی ہے،''

اور یہ کہہ کر انہوں نے اُس حاکم کو قتل کر دیا۔

2۔ایک اور خارجی شخص نے خوارج کے ایک حاکم کو قتل کرنے کی اس طرح سازش کی کہ حاکم کے پاس آکر سوال کیا کہ، ''امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو تُو نے کیوں کافر قرار دیا ہے؟'' حاکم نے جواب دیا، ''چونکہ وہ دینِ خدا میں قضاوت کرتے تھے،'' اس شخص نے پوچھا، ''تیرے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ جو شخص بھی دینِ خدا سے قضاوت کرے، وہ کافر ہے؟'' حاکم نے جواب دیا، ''میں اس کی تجھے ابھی دلیل پیش کرتا ہوں،''

اس شخص نے کہا کہ، ''میں تیری دلیل کو رد کروں گا تو اس صورت میں کیسے معلوم ہو گا کہ تو اپنی دلیل میں سچا ہے یا مَیں سچا ہوں؟''

حاکم نے کہا کہ، ''یہ لوگ جو میرے پاس بیٹھے ہیں وہ قضاوت کریں گے،''

اس شخص نے اُسی وقت معنی خیز نگاہوں سے حاکم کے

طرف داروں کی طرف دیکھا اور کہا، '' اے لوگو! تمہارا حاکم
اپنے قول کے مطابق خود کافر ہو گیا ہے کیوں کہ اس نے پہلے
خود کہا تھا کہ، '' جو شخص دینِ خدا میں قضاوت کرے وہ کافر
ہے'' اور اب وہ خود دینِ خدا میں قضاوت کر رہا ہے کہ اس
نے خود اپنے اور میرے درمیان تم لوگوں کو قاضی قرار دیا
ہے......'' اس نے جیسے ہی اپنی بات ختم کی تو حاکم کے
ارد گرد بیٹھے ہوئے خارجی لوگ اس حاکم پر ٹوٹ پڑے اور آناً
فاناً اسے قتل کرڈالا۔

ان بیانات کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ،
'' حکومت کی ضرورت نہیں ہے،'' تو پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ
غلطی پر ہے اور دوسرے یہ کہ اسے کسی نہ کسی حکومت کے زیرِ سایہ
زندگی بسر کرنا ہی ہوگی، گزشتہ واقعات ملاحظہ کریں، تو واضح
ہو جاتا ہے کہ اگر حکومت جنگل کا قانون، بدانتظامی یا انتشار کا
شکار ہوگی تو زندگی ایک درندگی بن کر رہ جائے گی۔ جیسے

خوارج اشتباہ کا شکار ہوئے تھے، اسی طرح اس آخری دور میں بھی بعض گروہ اشتباہات میں مبتلا ہیں،

مثلاً نیچری کہتا ہے کہ:

''حکومت ایک درندہ نما وحشی انسانوں کے گروہ کے ہاتھوں میں تھی جو اپنی جنگی مہارتوں کے بل بوتے پر اکثر لوگوں پر درندگی اور چیرہ دستیوں کے ذریعے غالب آجاتے اور اُن پر حکومت کرتے تھے، عوام کی اکثریت جنگی مصیبتوں کے جال سے بچنے کے لیے بے سروسامان اور غیر منظّم تھی، آخر کار ظالموں کے ظلم سے تنگ آ کر لوگ سوچنے لگے کہ ڈکٹیٹر شپ کے بغیر حکومت کو (اگر وہ تمام لوگوں کے حقوق کا لحاظ رکھنے والی ہو تو، اسے) قبول کیا جا سکتا ہے،'' گویا جامۂ بشریت کے افراد ایک دوسرے سے پیوستہ اُن پتھروں کی طرح سے ہیں، جو ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کرتے اور نہ ہی کسی اور کو تجاوز گری کی اجازت دیتے ہیں۔

انسانی زندگی کی بقا اور ترقی اسی میں ہے کہ نظامِ حکومت کو قبول کیا جائے، کیوں کہ نظام و دستور کے بغیر جامہ ٔانسانیت ترقی کر ہی نہیں سکتا۔

روس میں ''زاری'' حکومت کے خلاف ایسے طریقے اپنائے گئے، جن کے ذریعے حکومت کو سرنگوں کیا جا سکتا تھا، مثلاً حکومت کے عیوب بیان کرنا شروع کیے گئے کہ لوگوں کو حکومت کی ضرورت نہیں ہے، انسان فطری طور پر چونکہ خود عقل مند اور سمجھدار ہے، اس لیے اُسے کسی نظام کی ضرورت ہی نہیں ہے، کسی حکمران یا کسی قوتِ مجریہ کی احتیاج ہی نہیں ہے؟ اس کے علاوہ حکومت چونکہ صرف اعلیٰ طبقات کے مالدار افراد کے حقوق و مصالح کی حفاظت کرتی ہے، جو غریبوں کا مال لوٹتے ہیں اور اپنے جیسے دوسرے سرمایہ داروں کی طرف داری کرتے ہیں، اس لیے حکومت کا ہونا عوام کے لیے نقصان دہ ہے، اس کے علاوہ اس سے انسان کی شخصی آزادی سلب

ہوتی ہے، آزادی کا سلب ہونا چونکہ فطرتِ انسانی کے خلاف ہے، اس لیے حکومت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ نظریہ چونکہ عام لوگوں کا من بھاتا تھا، اس لیے کچھ عرصہ تو خوب چلا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حکومت کے مخالفین میں اختلافات پیدا ہونا شروع ہو گئے، کمیونسٹوں کا ایک گروہ کہتا کہ، ''حکومت کو طاقت کے ذریعے ختم کر ڈالنا چاہیے،'' دوسرے گروہ کا نظریہ تھا کہ، ''حکومت کو ایسے انداز سے ختم کیا جائے کہ اس میں عوام کا نقصان نہ ہونے پائے،''

ان بے فائدہ آرا اور دلائل کو پڑھ کر قارئین خود اندازہ قائم کر سکتے ہیں کہ ان نظریات کے دعوے دار تو خود اپنی آرا پر عمل نہیں کر سکے تو بھلا، کسی اور سے کیا توقع کی جا سکتی تھی؟''

1۔ معاشرہ میں ہونے والے کثیر جرائم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کوئی نہ کوئی نظامِ حکومت ضرور ہونا چاہیے، اور انسان کا فطری رشد و کمال بھی اس کا مخالف نہیں، بلکہ فکرِ انسانی

متقاضی ہے کہ نظامِ حکومت کے بغیر قافلۂ انسانیت عروج وکمال کی منزلوں کو طے نہیں کرسکتا۔

2۔ ایسا نہیں ہے کہ تمام حکومتیں صرف سرمایہ داروں اور اعلیٰ طبقات ہی کی طرف داری کرتی ہیں، ایسا گمان کرنا جلد بازی، بغیر سوچے سمجھے، اور بغیر دلیل کے ہے۔

3۔ ایسی آزادی سے روکنا جو انسان کی شخصیت کو مجروح کرتی ہو، نقصان نہیں بلکہ کمال ہے اور ایسی آزادی سے روکنا جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہو اور کوئی ضرر نہ پہنچتا ہو، اچھا نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁

ضوابطِ حکومت

حکومت کے خلاف فتنہ وفساد برپا کرنے والوں نے جب ''زاری'' حکومت کو سرنگوں کیا تو تشکیلِ حکومت کی ضرورت پر متفق ہوئے کہ حکومت ضرور ہونا چاہیے، لیکن کیسی حکومت؟

ایسی حکومت جو درندگی اور وحشت گری سے مملو تھی، ایسی حکومت جو نہ صرف اقلیت کے حقوق ومراعات میں لاپروائی برتتی تھی بلکہ صاحبِ اقتدار پارٹی، حاکمِ وقت کی مرضی و مصلحت کے عین مطابق کام کرتی تھی، نہ صرف یہ کہ سابقہ حکومت کے دور میں آزادیوں پر پابندی سے متفق تھی بلکہ اس سے کئی گناہ زیادہ لوگ آزادی سے محروم کیے گئے، (زاری حکومت میں بھی مذہبی وشخصی آزادی سلب تھی۔ مترجم)

انقلاب روس کی تاریخ میں درج ہے کہ:

جو رہبران، مذہب کے مخالف تھے ا، انہوں نے آج تک کمیونسٹ ملکوں میں یہی روش رکھی، اور اُن کی وہ روش اب بھی جاری ہے۔

(روس میں جب کمیونسٹ انقلاب آیا تو مساجد گرادی گئیں اور مذہبی و شخصی آزادی سلب کر لی گئی اور اب بھی یہی روش برقرار ہے۔ مترجم)

جی ہاں! صرف اسلام ہی وہ کامل لائحہ عمل ہے جو حکومت کے صحیح اصولوں کی طرف ہدایت کرتا ہے اور حکومت کے مقاصد اور اس کے نظام کی وضاحت کرتا ہے اور جامۂ بشریت اس پر عمل کرے تو تمام انسانوں کے لیے خوش حالی کا موجب ہوگا، اسلام نے نظامِ حکومت کے لیے صحیح راستہ دکھلایا ہے اور واضح قانون بنایا ہے، لیکن قانون اور نظام کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام

ا روس کا پہلا کمیونسٹ انقلاب اکتوبر 1905ء میں شروع ہوا اور 1917ء میں لینن کی قیادت میں کامیاب ہوا۔

نے اپنے عادلانہ قوانین کے ذریعے مفسد عناصر کو نظامِ حکومت سنبھالنے سے خارج بھی کیا ہے، بعض اسلامی حکومتوں کا اسلامی اصولوں اور قوانینِ الٰہی کے مطابق اپنے نظام کو نہ ڈھالنا اس چیز کا ثبوت نہیں ہے کہ وہاں اسلامی حکومتیں قائم ہیں لیکن اُن حکومتوں کا اسلامی اصولوں اور قوانینِ الٰہی پر عمل نہ کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قوانین اسلام میں کوئی نقص یا جھول ہے، (نظامِ اسلام اپنے مقام پر ہر طرح سے کامل ہے)، بلکہ یہ اُن حکمرانوں کا قصور ہے جو احکامِ اسلام پر عمل پیرا نہیں ہیں، مثلاً اگر ایک ڈیموکریٹی حاکم نے ڈیموکریٹی قوانین کو ترک کر دیا تو یہ خطا ڈیموکریٹی قوانین کی نہیں بلکہ اس کا ذمہ دار وہ حاکم ہے، جس نے اپنے آپ کو ڈیموکریٹی روش کا پابند نہیں بنایا۔

1۔ اسلام نے درندہ نما وحشی انسانوں کو حکومت کا مستحق قرار نہیں دیا، (کہ جس طرح نیچریوں کا خیال تھا)، بلکہ پیغمبر و آئمہ علیہم السلام نے زمامِ حکومت کا مستحق صرف اس شخص کو قرار دیا

ہے، جو عادل، دنیا و دین کے امور سے واقف، احکامِ اسلام کا عالم اور حکومت کی مشنری کو اچھے انداز سے چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

2۔ اسلامی حکومت کا رئیس کسی خاص گروہ یا طبقہ کے حقوق کی، (سرمایہ داروں اور خویش و اقربا وغیرہ)، طرف داری کی بجائے تمام عمومی طبقات کی فلاح کے لیے کام کرتا ہے اور وہ اسلامی اصولوں کو موقعہ کی مناسبت سے جاری کرتا ہے، ناجائز طریقہ سے لوگوں کے مال کو لوٹنا، ناجائز ذخیرہ کرنا، دھوکا دینا، سود یا ایسے ہی دیگر غیر شرعی امور سے عوام کو محفوظ رکھتا ہے، افسوس ہے کہ آج کل تمام حکومتوں میں غیر شرعی امور اس حد تک رواج پا چکے ہیں کہ اُن کے روزمرہ کا معمول بن گئے ہیں،

سرمایہ داری نظاموں کے احکام، سرمایہ داروں کی مرضی کے مطابق اور کمیونسٹ حکومتوں کے حکام بجائے خود اور اُن کے کارکنان ناجائز و ناروا طریقے بلا جھجک انجام دے رہے

ہیں ، نظامِ اسلام ایسا نہیں ہے ، بلکہ اسلام فقط شائستہ چیزوں میں عوام کو آزادی دیتا ہے، اور ایسی آزادی سے ،جس سے دوسروں کی شخصیت کو ضرر پہنچتا ہو ، روکتا ہے۔ مثلاً اسلامی حکومت میں پرچمِ اسلام کے سائے میں زندگی بسر کرنے والے لوگ کاروبار، تعمیرات ،صنعت ،زراعت ،سفر اور ایسے ہی دیگر تمام امور میں آزاد ہیں ،لیکن اس آزادی کے ساتھ ساتھ کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ دوسروں کے مال اسباب کو لوٹ لے یا دوسرے کی شخصیت کو نقصان پہنچائے ،نشہ آور یا ایسی اشیا کی خرید و فرخت کرے ، جو نقصان دہ ہوں ، جب کہ کمیونسٹ حکومتوں کی صورت حال یہ ہے، کہ آزادی ، جو انسانیت کے لیے مفید ہے ،وہ ہر لحاظ سے ممنوع اور وہ طریق جو نقصان کا باعث ہیں ،ان میں عوام کو شترِ بے مہار کی طرح آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔

سرمایہ داری کی روش بھی ان کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے ،جس آزادی میں انسان کی شخصیت اجاگر ہوتی ہے ، اور

انسانیت کو فائدہ پہنچتا ہے، اس میں آزادی نہیں اور غیر شرعی امور کی انجام دہی میں، جو سراسر ضرر کا باعث ہیں، ہر طرح کی آزادی ہے۔

ممکن ہے قارئین اس آزادی پر تعجب کریں، اور اسے آزادی کی توہین سمجھیں اور سرمایہ داری اور کمیونسٹ نظام میں ایسی آزادی کے بارے میں متذبذب ہوں لیکن ہے بالکل ایسا ہی، روز نامے، رسالے، میگزین وغیرہ اس کے گواہ ہیں، حالاں کہ کسی گروہ یا شخص کے خلاف زہر اگلنا اور اس کی عزت و آبرو کی دھجیاں اُڑانا اور اسے ناسزا کہنا، سراسر آزادی کی توہین ہے۔

❀❀❀❀❀

حاکمیت سسٹم یا فرد

حکومت سے متعلق نکات کا ذکر کرنے کے بعد اگرچہ اقسامِ حکومت کی وضاحت کی، جیسا کہ فلاسفروں اور دانشوروں نے وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے، ضرورت باقی نہیں رہتی، تاہم قارئین کی معلومات کے لیے چند اقسام کی طرف اشارہ اور ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

تمام مکاتبِ حقوقی و سیاسی، بنیادی طور پر اس طرح تقسیم ہوتے ہیں کہ:

1۔ اصالت فرد ہے نہ کہ دولت، یعنی اصل و اساس فرد ہے حکومت نہیں، گویا فرد کا کنٹرول ہے۔

2۔ اصالت دولت ہے نہ کہ فرد یعنی اصل اساس حکومت ہے، فرد نہیں ہے، گویا تمام کنٹرول حکومت کے ہاتھوں

میں ہے۔

3۔ اصالت دولت وفرد مشترکہ ہے یعنی حکومت وعوام مشترکہ اصل واساس ہیں۔

ذیل میں ان کی قدرے وضاحت کی جاتی ہے:

1۔ اصالتِ فرد یعنی جہاں حکومت کی بنیاد فرد ہے، اس کے بارے میں پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ چند دانشوروں کا نظریہ یہ ہے کہ، ''انسان زندگی کے تمام شعبوں میں آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے، اور حکومت اس کی آزادی کو نہیں دبا سکتی، یعنی انسان فطرتاً آزاد ہے، اسے کسی قانون کی ضرورت نہیں ہے، جب کہ اس نظریہ کا قطعی غلط ہونا اور اس سے ظاہر ہونے والے نقصانات بیان کیے جاچکے ہیں۔

2۔ دوسرا گروہ جو قانون بنانے کا حق صرف حکومت کو ہے اور کسی کو نہیں، کا قائل ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو انسان کی عزت وعظمت کے ذرا بھی قائل نہیں ہیں اور تمام تر اختیارات

حکومت کے ہاتھ میں ہونے کا نظریہ رکھتے ہیں کہ ارکانِ حکومت ہی اپنی مرضی کے مطابق حکومتی مشینری کو چلائیں، کوئی اُن کو روک ٹوک کرنے والا نہیں ہے، یہاں تک کہ ایک شخص کی آزادی یا اس کی خواہش کی پروانہیں کی جاتی اور حکومتی امور میں عوام کی رائے بھی نہیں لی جاتی، محض صاحبانِ اقتدار ہی کو مطلق العنان تصور کیا جاتا ہے،

3۔ تیسرا گروہ جو اس بات کا قائل ہے کہ حکومت اور فرد مشترکہ طور پر حکومت کے امور انجام دیں، اس کے ضوابط کچھ اس طرح ہیں کہ خود ان میں تین نظریات ہیں:

(الف) ایک گروہ جنہوں نے ایک فرد کو اختیار دینے میں افراط سے کام لیا، یعنی ایک شخص کو بہت زیادہ اختیارات دے دیئے،

(ب) دوسرا وہ گروہ جس نے ارکانِ حکومت کو بہت زیادہ اختیارات دے دیئے،

(ج) تیسرا وہ گروہ جس نے عوام اور حکومت کے درمیان اختیارات کو مساوی سمجھا۔

الف۔ اصلالتِ فرد: پہلا گروہ جس نے نظام کو قبول کرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ تر اختیارات ایک شخص کو دیئے تھے، وہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں تھا، اس وقت عوام کے تمام اختیارات پوپ کے پاس تھے، حکومت اُن کے تابع تھی، اور تمام امور حتّٰی کہ انتخاب لباس و پوشاک میں بھی اُن کی مرضی چلتی تھی، اس کا الٹا نتیجہ نکلا، اس روش سے اس نظام کے کچھ طرف داران کہنے لگے کہ، ''حکومت کو کسی شخص کے اقتصادی شعبے میں مداخلت نہیں کرنا چاہیئے،'' عوام میں اختلاف پیدا ہونے لگا، اسی نظام کے طرف داروں کا ایک گروہ کہنے لگا کہ، ''حکومت کو صرف ان امور میں دخل اندازی کرنا چاہیے، جہاں ایک شخص اجتماعی معاشرہ کو نقصان پہنچائے، اس کے علاوہ انسان کو آزادی ہونا چاہیے اس لیے کہ انسان کی آزادی کو اگر دبا دیا جائے تو انسان کی فکری صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں

اور انسان اختراعات و ایجادات میں بالکل کورا رہ جاتا ہے۔"

اس سلسلہ میں تیسرا گروہ پیدا ہوا، اس نے کہا، "ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مستقبل کے لیے اپنی زندگی کا طریق کار وہ خود معین کرے، اس کے علمی، اقتصادی اور ذاتی امور میں مداخلت کرنے کا حکومت کو کوئی حق نہیں ہونا چاہیے۔"

ب۔ اصالتِ حکومت: دوسرا گروہ جو اس بات کا قائل تھا کہ اختیار حکومت کے پاس ہونا چاہیے، اس گروہ کی دلیل یہ تھی کہ، "فرد اور بہ نسبت معاشرہ کے اجتماعی فائدہ کو مدِ نظر رکھنا چاہیے، لہذا ایک شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنی حاجت سے زیادہ یا اجتماعی صورت کے مقابلہ میں برابر حقوق رکھے، بلکہ اگر حقوق کو دس حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ایک حصہ عوام کے لیے اور نو (9) حصے حکومت کے پاس ہونا چاہئیں کیوں کہ حکومت اجتماعی مصلحت کے پیش نظر ایک شخص سے زیادہ حق رکھتی ہے، تمام امور میں حکومت کی رائے ایک شخص کی نسبت زیادہ درست ہوگی (یعنی انسان جو

کچھ کمائے، اس میں سے صرف بقدرِ حاجت لے سکتا ہے، باقی تمام حکومت کے حوالے کر دینا چاہیے کیوں کہ ہر شے کی مالک حکومت ہی ہے، حکومت کے زیرِ نگیں افراد خواہ زمین والے ہوں یا مزدور، کارخانہ کے مالک ہوں یا انجنیئر، سب کے سب حکومت کے لیے کام کریں، لیکن وہ خود کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے، بلکہ ہر چیز کی مالک حکومت ہو گی۔ مترجم)

ج۔ اصالتِ حکومت و فرد: یعنی حکومت و افراد کے درمیان اعتدال اور عدالت کو ایک لازمی شرط قرار دیا ہے کہ دونوں قوانین میں مساوی حق رکھتے ہیں.... اور یہ اسلام ہی ہے جس نے کچھ حقوق حکومت کے لیے اور کچھ انفرادی طور پر انسان کے لیے معیّن کیے ہیں۔

حکومت کے حقوق میں سے یہ ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق کی رعایت کرے، اُن کے لیے آرام و سکون کے اسباب مہیا کرے، تعمیر و ترقی کے لیے کام کرے، اُن کی روحانیت کو

بلند کرے ، اور انسان کے لیے انفرادی طور پر حقوق معین
فرمائے ، انسان اپنے حقوق اور آزادی کے لیے اپنی زندگی
میں مختلف طریقوں سے وابستگی پیدا کرتا ہے۔

اسلام نے آزادی کے لیے دو قوانین مقرر فرمائے ہیں:

1۔ لوگ اپنی جانوں پر نگراں ہیں، اپنی جان کے مالک
ہیں ، (لیکن اپنی جان میں تصرف شریعت کے مطابق ہونا
چاہیے)۔

2۔ لوگ اپنے مال پر مسلط ہیں ، وہ اپنے مال کے
مالک ہیں ، (لیکن اُن کا اُن کے مال میں تصرف مشروع یعنی
جائز طور پر ہو)۔

چنانچہ حکومت کے فرمان سننے اور اطاعت کرنے اور
حکومت کے احکام کو نافذ کرنے کے لیے دستور بنایا گیا ہے۔

اس بارے میں اسلام کے اہم ترین امتیازات یہ ہیں:

حکومت کے ایسے دستور جو ایک شخص کی انفرادی
آزادی کو سلب کرلیں ، اسلام میں نہیں ہیں ، کیوں کہ اسلام

نے قانون بنانے کا حق (دوسری حکومتوں کی طرح) لوگوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ قانون بنانے کا حق صرف خدا کو ہے، جو انفرادی واجتماعی مصلحتوں سے خوب ترین واقف ہے، جب کہ افراد صرف قانون نافذ کرنے کا حق رکھتے ہیں، اسلام نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ، ''ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسی ہیئتِ حاکمہ کے دستور کی پابندی کرے جو احکامِ اسلام کے مطابق حکم کرے (اس کا تفصیلی ذکر آخری صفحات پر ہے، مترجم)، خواہ ایسی ہیئتِ حاکمہ کے ہاتھ میں نظامِ حکومت ہو یا نہ ہو، اور خواہ ایسی ہیئت حاکمہ کسی حکومت کے زیرِ نگیں زندگی بسر کرتے ہوں، (جیسے فرعون کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یزید کے زمانے میں حضرت امام حسین علیہ السلام، مترجم)، یا وہ ہیئت حاکمہ خود ایک ایسی حکومت کی صورت میں ہو جو احکامِ اسلام کو جاری کرتی ہو، (جیسا کہ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کا دورانیہ، مترجم)۔

جب حکومتِ اسلامی موجود ہو تو پھر اس چیز کے بیان

کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اسلحہ، لشکر، نظام، مال، خانوادہ، دین، زراعت، صنعت اور تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں حکومت وعوام کے درمیان اجتماعی رابطہ ہونا چاہیے تاکہ عوام اور حکومت متحد ہوکر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور ایک دوسرے کے احترام کے قائل ہوں، (اس لیے کہ یہ چیزیں تو احکامِ اسلام کے مطابق اسلامی حکومت ہی کا طرۂ امتیاز ہیں، مترجم)۔

❀❀❀❀❀

مَا مِنْ قَطْرَةٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَ جَلَّ مِنْ
قَطْرَ ۃِ دَمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اخبار النبیؐ: ص14)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو قطرۂ خون اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرتا ہے، اُس سے
زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی اور قطرہ پسند نہیں ہے،،

ڈیموکریٹی

DEMOCRATI

عوام کے منتخب شدہ لوگ عوام پر حکومت کریں، (یعنی اختیار منتخب شدہ نمائندوں کے ہاتھ میں ہو)، بعض دانشمندوں کی نظر میں حکومت اور دولت میں فرق ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ، ''حکومت، ہیئت حاکمہ اور دولت، ملت کے لوگوں کی جلوہ نمائی ہے،'' ہیئتِ حاکمہ سے اُن کی مراد غالباً قاضی اور فقہا اور دولت سے مراد انتظامیہ ہے، اس مختصر سے کتابچے میں اس نظریہ کی اصلاح بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے البتہ اس کی چند اقسام بیان کی جاتی ہیں،

1۔حکومتِ ڈیموکریٹک : DEMOCRATIC

یہ یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عوام کی حکومت

ہیں ، زمانۂ قدیم میں یہ نظامِ حکومت یونان میں تھا اور اس نظام کو انقلابِ فرانس نے دوبارہ زندہ کیا کہ انقلابیوں نے سرکشوں اور ظالم وستم گر بادشاہوں کے خلاف قیام کیا تھا ، حکومتِ ڈیموکریٹک ، یعنی ملت خود آزادانہ طور پر اپنی طرف سے نمائندے منتخب کرے ، جس سے ایک پارلیمنٹ بنائی جائے اور اس اسمبلی کے ذریعہ سے قانون منظور کیا جائے ، اسمبلی کے نمائندگان کثرتِ رائے کے ساتھ قانون ومقررات منظور کرتے ہیں ، اِن قوانین کے مطابق اندرون و بیرون ملک حکومت کا نظام چلتا ہے ۔

اسلام اس نظام کو قبول نہیں کرتا ، اس لیے کہ اس میں حکومت کی بنیاد عوام کو سمجھا جاتا ہے اور قانون بنانے کا اختیار لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور جو کچھ عوام کی مرضی ہو وہ کیا جاتا ہے ۔

جب کہ اسلام سوائے خدا کے کسی کو قانون بنانے کی

اجازت نہیں دیتا، اس کے علاوہ جو ڈیموکریٹک اس دور میں موجود ہیں، وہ قوم وزبان اور قبائل کی بنا پر ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں، اس قسم کی حکومت، اس قسم کی فکر اور قومی و ملّی پرستی، کو اسلام قبول نہیں کرتا، یہ اہم ترین اشکالات ہیں جو ڈیموکریٹک نظام پر وارد ہیں، اختصار کی بنا پر باقی کا ذکر ترک کیا جاتا ہے۔

(نوٹ: ڈیموکریٹک حکومت جس کو آج کل، ''عوامی جمہوریت،'' کہتے ہیں، لیکن اس کی تھیوری کو اسلام قبول نہیں کرتا، کیوں کہ اس کی بنیاد اسلام کے خلاف ہے، اس کے علاوہ دنیا میں جمہوریت کے نام سے جو حکومتیں قائم ہیں اور جمہوریت کی دعویٰ داری کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، کیا واقعاً وہاں جمہوریت ہے؟ مثلاً مصر، سوریہ، عراق، افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ آپ خود غور وفکر کریں کہ کیا واقعاً وہاں جمہوریت ہے، کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ ان ملکوں میں جو بھی حاکم بنا ہے یا موجود ہے

وہ تا زندگی دھوکا وفراڈ سے کام لیتا ہے اور فقط نام کی جمہوریت

کا عمل دخل ہے، مترجم)۔

❁❁❁❁❁

ارسطوکریٹی

ARISTOCRATIC

ایک اقلیتی گروہ کی منتخب حکومت عوام پر حاکم ہو، وہ گروہ علم ودانش یا دین میں برگزیدہ ہو، وہ ایک فوجی گروہ ہو یا اسی طرح سے دوسرے امتیاز کی وجہ سے ممتاز ہو تو ''ارسطو'' کے نظریے کے مطابق وہ اقلیتی گروہ اگر لوگوں پر انصاف کے ساتھ حاکم ہو، تو وہ بہترین نظامِ حکومت ہے، (اس قسم کی حکومت کو ''حکومتِ اشراف'' بھی کہا جاتا ہے)، لیکن اسلام اس نظام کی بھی تائید نہیں کرتا، اس کی دلیل میں جو وجوہات بیان کی جاچکی ہیں اُن کے علاوہ مزید یہ ہے کہ چند لوگوں کی جمعیت، قلیل گروہ کو قانون سازی کا حق دیتی ہے اور اسلام اس گروہ کو حاکم قرار نہیں دیتا، اس لیے یہ گروہ اصول پسندی

اور اسراف سے محفوظ نہیں ہے، جس طرح آج کل انگلستان میں مشاہدہ کر سکتے ہیں، انگلستان میں دو مجالس ہیں، ایک دارالامرا اور دوسری دارالعوام، ''دارالامرا'' پارلیمنٹ نمائندوں کی تعداد 915 اور عوامی نمائندوں کے پارلیمنٹ کی تعداد 630 ہے، برطانیہ میں بہت سے استعماری مراکز جو دوسری حکومتوں میں موجود ہیں،، وہ مجلس لارڈ ہی کے مرہونِ منت ہیں، جو کہ برطانیہ کے مراکز اقتصادی و اجتماعی کی بقا کا سبب ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ برطانیہ کے مراکز اقتصادی کی وجہ سے دوسرے ممالک کو لُوٹا جا سکتا ہے، حکومت اپنی مرضی سے جو قانون پاس کروانا چاہے، مجلس دارالامرا سے پاس کروالیتی ہے، (البتہ سابقہ دستور میں کچھ ترامیم کی گئی ہیں اور اب دارالعوام جس دستور کو چاہے، پاس کر لیتا ہے، مترجم)۔

❁❁❁❁❁

سوشلزم

SOCIALISM

ایسا نظامِ حکومت جو لوگوں کے ہاتھوں میں سرمایہ جمع ہونے کی روک تھام کرتا ہوتا کہ سرمایہ صرف چند اشخاص ہی کے ہاتھوں میں گردش نہ کرتا رہے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

1۔ سوشلسٹ کمیونسٹی حکومت

2۔ سوشلسٹی غیر کمیونسٹ حکومت

فی الحال سوشلسٹ غیر کمیونسٹ حکومت کا بیان کیا جاتا ہے، اور وہ ایسا ایک نظامِ حکومت ہے کہ جس میں تمام سرمایہ عمومی، بجلی، کارخانے، زمین، جنگل، دریا، سمندر، خزانے، تیل یا سونے چاندی کے ذخائر وغیرہ یا اسی طرح کے تمام سرمائے حکومت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں، اس بارے میں

''ویکنسون'' بیان کرتا ہے کہ ''معاشرہ کا اقتصادی نظام اور کارخانے وغیرہ حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں اور ایک منتخب شدہ گروہ اس کا سربراہ ہوتا ہے اور یہ گروہ ایک نقشۂ اقتصادِ عمومی کے مطابق نظم ونسق چلاتا ہے، جو دستور پیداوار کا مرتب شدہ ہوتا ہے، اس کے مطابق معاشرہ کے ہر فرد کو اس کا حق عدل وانصاف کے ساتھ دیا جاتا ہے، کمیونزم اور سوشلزم میں اہم ترین فرق یہ ہے کہ کمیونزم نظام میں تمام پیداوار کی اقسام اور اس کے علاوہ سرمایہ حتّٰی کہ مکان وغیرہ کو بھی عوام کی مشترکہ ملکیت قرار دیا جاتا ہے''، اور سوشلزم میں یہ ہوتا ہے کہ بظاہر فردی ملکیت کو کچھ اہمیت دیتے ہیں لیکن اصل قدرت حکومت ہی کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور تمام سرمایہ بھی حکومت ہی کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔

چند جھلکیاں: سوشلزم دنیا بھر کے مختلف ممالک مثلاً انگلستان عرب ممالک اور ہندوستان وغیرہ میں مختلف اقسام سے رائج ہے، اس اقسام میں منبع سرمایہ کو ایسے مختلف طریقوں سے تجدید کرتے رہتے ہیں کہ بظاہر نظام سرمایہ داری اور سوشلزم میں

زیادہ فرق نظر نہیں آتا، لیکن چند موارد پر معمولی فرق ہے، چونکہ سوشلسٹ حکومتیں خواہ کمیونسٹ ہوں یا سرمایہ داری نظام سے وابستہ ہوں، معمولی تفاوت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ:

1۔ بعض حکومتیں مثلاً روس، کمیونزم کی طرف زیادہ مائل ہیں۔

2۔ بعض حکومتیں مثلاً عرب اور انقلابی ممالک، سوشلزم کی طرف زیادہ رجحان رکھتے ہیں۔

3۔ بعض حکومتیں مثلاً امریکہ وغیرہ، زیادہ تر سرمایہ دارانہ نظام کی طرف مائل ہیں۔

ا۔ بھٹو کے دورِ حکومت میں اسلامی سوشلزم کے نام سے پاکستان میں بھی کوشش کی گئی تھی لیکن علما نے پاکستانی عوام کو اس نظام سے بچالیا اور عوام نظامِ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اگرچہ نظامِ اسلام ابھی تک عوام کو نہیں ملا کیوں کہ فوجی حکومت کے آنے سے عوام کے جذبات سرد ہو گئے تھے اور اس ضمن میں پاکستان حکمران اور علما دونوں مجرم ہیں، شریعت بل جس میں کئی گروہ کے حقوق سلب ہیں حکمران اور متحدہ محاذ کی مشترکہ سازش ہے، جس سے اسلام پسند عوام کو دھوکہ دیا جارہا ہے، (مترجم)۔

جِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ

(اخبار النبیؐ: ص 21)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''عورت کا جہاد یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خوب خدمت کرے۔''

کمیونزم

COMMUNISM

ایسا نظامِ حکومت جس کا مقصد سرمایہ داری اور شخصی ملکیت کو ختم کرنا ہو، کمیونزم نظام زمانہ قدیم میں یونان میں رائج ہوا تھا لیکن عوام نے اس کے خلاف قیام کر کے اسے رد کر دیا تھا، اس کے بعد دوسری مرتبہ سرزمینِ ''پر مزدک'' اور اس کے اطرافیوں کے ذریعہ سے ظاہر ہوا، اس کے خلاف بھی عوام نے تحریک شروع کی، اور اس نظام کو قبول نہ کیا، اس کے بعد تیسری مرتبہ 1917ء میں یہی نظام روس میں نافذ کیا گیا، اور اس کی پیروی میں چین، یوگوسلاویہ، مشرقی جرمنی، کیوبا وغیرہ میں بھی یہ نظام نافذ ہوا، لیکن اب یہ نظام زوال کے قریب ہے، دوسری جنگِ عظیم میں اگر امریکہ نازی جرمنیوں کے خلاف روس

کی مدد نہ کرتا تو شاید اسی وقت دنیا سے یہ نظام ختم ہو جاتا، لیکن اس وقت امریکہ نے روس کی مدد کر کے کمیونزم کو جو تقویت پہنچائی، اس کی وجہ سے اس نے ابھی تک رُوس میں اپنے قدم جمائے ہوئے ہیں۔

البتہ اب حالات بدل رہے ہیں اور کمیونسٹ ممالک میں اندرونی و بیرونی تحاریک اس نظام کو پستی کی طرف لے جارہی ہیں اور عن قریب اس پر مکمل زوال آنے والا ہے، کمیونسٹ ممالک میں زندگی بسر کرنے والے اکثر لوگ سرمایہ داری نظام کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور سرمایہ داری نظام سے بھی بہرصورت کمیونزم کو خطرہ ہے، اس کے علاوہ سیاست دانوں کی رائے یہ بھی ہے کہ اگر تیسری جنگِ عظیم شروع ہو گئی تو یہ نظام بالکل ختم ہو جائے گا۔

کمیونزم ابتدا میں ایک فکرِ اقتصادی تھا، بعدہٗ اس میں تھوڑی وسعت پیدا ہوئی اور اسے ایک فکرِ عمومی کا مقام

حاصل ہو گیا اور یوں وہ نظامِ زندگی میں دخیل ہوتا چلا گیا،
(آئے دن کمیونسٹ حکمران ترامیم کر کے قانون کو سہارا دیتے
رہتے ہیں، جس طرح آج کل میخائل گورباچوف ترامیم کی
طرف زور دیتے رہتے ہیں، جیسے کہ وہ واقعاً عوام کو آزادی
دینے کے حق ہی میں ہیں، مترجم).

کمیونزم کے ابتدائی دو اصول تھے:

1۔ لادینی، لامذہب، دین و مذہب ان کے نزدیک
(نعوذ باللہ) خرافات تھا۔

2۔ عورت اور سرمایہ سب کا مشترکہ ہے۔

پھر اس میں کچھ تبدیلی کی گئی اور تمام سرمایہ حکومت کی
ملکیت قرار دیا گیا اور یہ کہ عوام حتی المقدور زیادہ سے زیادہ
کام اور کم سے کم خرچ کریں گے اور عورتیں تمام خاندانوں اور
قبائل میں اس طرح تقسیم کی گئیں کہ خاندان کی عظمت باقی رہی نہ
قبائل و اقوام کا شرف، "اسٹالین" کا کہنا تھا کہ، "مارکسزم ایک ایسا

علم ہے، جو فطری قوانین اور معاشرہ کی ترقی کرتا ہے اور استعمار اور ظالموں کے سایے میں رہنے والے لوگوں کے تمام طبقات میں انقلاب پیدا کرتا ہے، یہ سوشلزم کے پیرو کاروں کے لیے گویا خوشی کا پیغام ہے اور ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ تمام دنیا کا نظام کمیونزم ہی ہونا چاہیے،،

❀❀❀❀❀

مارکس تھیوری [1]

مارکس کہتا ہے کہ ''وضع اجتماعی، سیاسی، دینی، ہنرمندری، وغیرہ

---

[1] ''کارل مارکس'' جرمنی کا ایک یہودی تھا جو وہاں سے بھاگ کر انگلستان چلا گیا تھا، وہاں اس نے اور اس کے یہودی شاگرد ''انگلز'' نے مل کر ایک کتاب لکھی اس کا نام عربی میں ''البیان الشیوعی'' اور انگریزی میں ''منی فس'' ہے آج کل کمیونزم کے نظریہ کی بنیادی یہی کتاب ہے، روس ہو یا چین، کیوبا ہو یا مشرقی جرمنی، اسٹالین ہو یا لینن، ماؤ ہو یا برزنیف، جہاں کہیں بھی کمیونسٹ ہیں، ان کی بنیادی کتاب یہی ہے، اگرچہ اسٹالین ولینن یا دیگر حضرات نے اپنی ضرورت کے مطابق کارل مارکس کے نظریات میں ترمیم وتحریف بھی کی ہے، ان کے نزدیک یہ کتاب (معاذ اللہ) قرآن مقدس کا درجہ رکھتی ہے یہودیوں نے اسلام کے قوانین کو ختم کرنے کے لیے بہت سے ہتھکنڈے استعمال کیے اور آج بھی دنیا میں احکامِ اسلام کے خلاف یہوں اور عیسائیوں کے جال بچھے ہوئے ہیں اور مسلمان، ظالموں کے پنجوں میں پھنسے ہوئے ہیں، اور جب تک مسلمان احکامِ قرآن وقوانینِ اسلام پر عمل پیرا نہیں ہوگے، ظالموں سے نجات حاصل نہیں ہو سکے گی۔ (مترجم)

فقط مادیات واقتصادیات ہی سے بدل سکتی ہے یعنی نظامِ کائنات کی تخلیق صرف مادہ ہے،'' وہ خدا کے وجود کا منکر تھا، اس کے کہنے کے مطابق دین واجتماع وغیرہ کا معاشرہ میں اصلاً وجود ہی نہیں ہے بلکہ معاشرہ کے کمال اور اصل ترقی کا سبب صرف مادہ ہے اور مادہ خود ترقی نہیں کرسکتا، جب تک پیداوار کے وسائل موجود نہ ہوں، نظریات مارکس کے مطابق دنیا اور اس میں موجود ہر چیز کو خلق کرنے والا مادہ ہی ہے، اسے ''تاریخ مادی'' بھی کہا جاتا ہے۔

ایک فلسفی ''ہیگل'' کی تائید کرتے ہوئے، (جو وجودِ خدا کا قائل تھا، لیکن مارکس نے اس کے بعض نظریات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے)، مارکس کہتا ہے کہ، ''انسان ''DIALECTICS'' یعنی ''جدلی مادیات'' کی پیروی میں ترقی کرتا ہے، اس کی نظر میں ''ڈی ایلکٹ'' ہر تھیوری اور تھیسز (THESIS) کی موجد ہے، مثلاً انڈے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ خود قدرت رکھتا ہے کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد پیدا ہو سکے

چونکہ ہر تھیسز کے ساتھ انٹی تھیسز موجود ہوتا ہے اور یہ دونوں آپس میں جنگ کرتے ہیں، انڈے میں ایسی قوت موجود ہے جو چاہتی کہ انڈا اسی طرح پانی اور زردی ہی کی شکل میں رہے، بچہ نہ بنے، لیکن انٹی تھیسز ایسی قوت ہے جو چاہتی ہے کہ یہ پانی اور زردی ہی نہ رہے بلکہ بچہ پیدا ہو، یہ دونوں قوتیں جب آپس میں جنگ کرتی ہیں تو انٹی تھیسز قوت و غلبہ حاصل کر لیتی ہے اور انڈے سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے، وہ خدا کو خالق نہیں مانتا، اس کے نزدیک ہر تھیوری اس قدر استمرار حاصل کرتی ہے کہ اس کی ضد وجود میں آ جاتی ہے، مارکس اپنی اس تھیوری اور نظریہ کو افکارِ عالم سے کھینچ کر اجتماع معاشرہ کی طرف لے آیا ہے اور کہتا ہے کہ، ''ہر نظامِ اجتماعی کے فنا ہونے کے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو پہلے نظام کو نیست و نابود کر دیتے ہیں اور دوسرا نظام پہلے کی جگہ لے لیتا ہے، بس اسی ترتیب سے نظام اور فکر کا سلسلہ چلتا رہتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ معاشرہ میں دو گروہ ہوتے

ہیں ، ایک مزدور اور غریب عوام ، دوسرے سرمایہ دار ، یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں ، ان میں جنگ ہوتی ہے اور ان کا ایک دوسرے پر غالب آنا ہی معاشرے کی ترقی کا سبب ہے اور اسی طرح نظام میں ترقی واقع ہوتی رہتی ہے ، (گویا ایک نظام کی ضد غالب آنے سے پہلا نظام نابود ہو جاتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے ، مترجم) ۔

مارکس کہتا ہے ، ’’گروہ صرف دو ہیں ایک گروہِ کاریگراں دوسرا سرمایہ داران و مالکان اور یہ دوسرا گروہ یعنی سرمایہ داران ، گروہِ اول یعنی مزدورں اور کاریگروں پر ہمیشہ زیادتی کرتا ہے ، اُن کی محنت کو لوٹتا ہے ، اس لیے مال داروں سے دولت چھیننے کے لیے ضروری ہے کہ مزدور اُن کے خلاف انقلاب برپا کریں ، تا کہ سرمایہ اُن کے ہاتھوں سے چھین لیا جائے ‘‘

مارکس کہتا ہے کہ ’’ دین ، مذہب ، اخلاق وغیرہ سرمایہ داروں کی وجہ سے وجود میں آیا ہے ، اس لیے سرمایہ داروں کا طبقہ

سوائے خرافات کے اور کچھ بھی نہیں ہے، اس کی نظر میں کار خانے وغیرہ فوری طور پر حکومت کے کنٹرول میں لائے جائیں اور زمیں داروں کی ملکیت ختم کردی جائے، عورت کسی ایک کی بیٹی، ماں یا بہن نہیں ہے بلکہ وہ ہر ایک کی بیوی ہوسکتی ہے، کیوں کہ عورت تمام لوگوں کے لیے مشترکہ ہے لہٰذا جس کا جی چاہے، اس سے استفادہ کرے، مارکس کی نظر میں خانوادگی اور قوم کی پابندیاں سرمایہ داری کی ایجاد ہیں، چنانچہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے منظّم ہونا چاہیے، اور کمیونزم کو رائج کرنے کے لیے قدرت و طاقت کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیے، طاقت کے ذریعے اس نظام کو نافذ کرنا چاہیے اور ڈکٹیٹر شپ سے پورا فائدہ حاصل کرنا چاہیے، (کمیونسٹوں کے ہاتھ جب قدرت آجاتی ہے تو وہ بدترین افعال کے مرتکب ہوتے ہیں، اسٹالین نے کشت وخون، لوگوں کو بے گھر اور زندانوں کو پُر کرنے میں بد ترین کردار ادا کیا اور جناب ابوالاعلیٰ مودودی کے بقول اس نے دو کروڑ انسانوں کو نیست ونابود کیا)۔''

مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَّکِبَھَا نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ

(اخبار النبیؐ: ص 56)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

''میرے اہلِ بیتؑ کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح سے ہے کہ جو اس پر سوار ہوا، اس نے نجات پائی اور جو اس پر سوار نہ ہُوا (پیچھے رہ گیا)، وہ غرق ہُوا۔''

❁❁❁❁❁

مارکس تھیوری پر تنقیدی نظر

کارل مارکس کے نظریات پر بہت سے اشکالات وارد ہوتے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

1۔ مارکس کی نظر میں ''موثر نظام'' فتنہ وفساد کو ختم کرنے اور اچھا ماحول پیدا کرنے کے لیے صرف اقتصاد، (جو حکومت کی ملکیت ہو)، مضبوط ہونا چاہیے،

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ قافلۂ زندگی کی حرکت کے لیے صرف اقتصاد ہی کافی نہیں بلکہ ایک دوسرے سے اچھا سلوک، شجاعت وشہامت، وطن کی محبت، مذہب ودین اور قومیت اور اسی طرح کے اچھے اصولِ انسانیت نہایت ضروری ہیں۔

2۔ مارکس کہتا ہے کہ، ''دین ومذہب صرف ایک وہم ہے،'' حالانکہ دین ایک مسلمہ حقیقت ہے، جسے فلاسفروں نے

علم فلسفہ سے ثابت کیا ہے۔

3۔ اس کی نظر میں اخلاق کا کوئی تصور نہیں ہے، وہ اسے ایک خام خیالی سے تعبیر کرتا ہے، لیکن اگر ایسا ہی ہے تو کیا کمیونسٹ اس پر رضا مند ہیں کہ اُن کے ساتھ خیانت کی جائے، اُن کے ساتھ جھوٹ بولا جائے، معاملات میں اُن سے دھوکا بازی کی جائے؟ اپنے بارے میں وہ اسے حقیقتاً اچھا نہیں سمجھیں گے اور ہر انسان فطرتاً ان چیزوں کو بُرا ہی سمجھتا ہے تو کیا اس کا نظریہ خود بخود باطل نہیں ہو جاتا ہے؟

4۔ خاندان وقبیلہ کی اس کی نظر میں قدر و قیمت نہیں، وہ اسے خرافات کا مجموعہ قرار دیتا ہے، حالانکہ فطرتِ بشر کے مطابق خانوادہ ایک پناہ گاہ ہے، اس کے علاوہ اولاد کی اچھی تربیت کے لیے ایک بہترین تربیت گاہ ہے۔

5۔ وہ کہتا ہے کہ "تمام مال، کارخانہ وزمین وغیرہ یعنی پیداوار کے تمام وسائل مشترکہ ہیں"، انسان حتی المقدور کام

کرے اور بس حسبِ ضرورت خرچ کرے، ذرا سوچئے کہ اگر مزدوروں کو یہ یقین ہو کہ اُن کی سارا دن کی محنت ومشقت کے بعد اُن کی مزدوری کوئی دوسرا ہتھیائے گا اور انہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا تو کیا اس کا نتیجہ یہ نہیں نکلے گا کہ وہ کام میں دلچسپی لینا چھوڑ دیں گے اور اس طرح سے پیداوار وکاروبار کم ہوتے ہوتے بالآخر بالکل ختم ہو جائے گا؟

6۔ ان کے دستور اور ان کے کلام میں شدید اختلاف ہے اور اُن کا ایک قول اُنہیں کے دوسرے قول کا مخالف نظر آتا ہے مثلاً ان کے کہنے کے مطابق کمیونزم آخری نظام ہے، جو آخری دنیا تک باقی رہنا چاہیے، جب کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ، ''ہر نظام اپنے ساتھ بالمقابل نظام رکھتا ہے اور ہر نظام دوسرے نظام کو نابود کر دیتا ہے تو اس لحاظ سے تو کمیونزم وسوشلزم بھی نابود ہو جانے والا نظام ہے، گویا اس کی بجائے کوئی اور نظام قافلۂ انسانیت کا سہارا اور بھلائی کا موجب قرار پائے گا،،

7۔ اُس کے دعوئ کے برخلاف، اس دنیا میں صرف دو گروہ مزدور اور سرمایہ دار ہی نہیں ہیں بلکہ اور کئی گروہ ہیں جو ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور ان کا اپنے اندر ارتباط ضروری بھی ہے مثلاً کاریگر، سٹوڈنٹ، کسان، مزدور، تاجر، زمیندار، انجنیر، شاعر، کاتب، عالم، جاہل اور اسی طرح بہت سے دیگر طبقے موجود ہیں۔

8۔ اُس کا کہنا ہے کہ، ''لوگوں سے مال و دولت چھین کر حکومت کے خزانے میں جمع کر دینا چاہیے، یہ بجائے انفرادی و شخصی ملکیت اور سرمایہ داری کو ختم کر کے ایک بہت بڑی سرمایہ داری کو ایجاد کرنا ہے،''

9۔ اُس نے کہنا ہے کہ، ''مطلق العنان حکومت اور ڈکٹیٹر شپ ہونا چاہیے، جو فطرتِ بشر اور تقاضۂ بشریت کے بالکل خلاف ہے،''

10۔ اُس کا یہ کہنا کہ، ''سرمایہ داران اور مالکان،

غریبوں پر ظلم کرتے ہیں، تو یہی اعتراض کمیونسٹوں پر بھی وارد ہوتا ہے، بلکہ کمیونسٹ تو سرمایہ داروں سے بڑھ کر ظالم ہیں اور عوام پر اُن کا ظلم سرمایہ داروں سے کہیں زیادہ ہے، (مزید معلومات کے لیے مصنف کی کتاب ''کمیونزم در آستانہ سقوط'' کا مطالعہ فرمائیں، مترجم)۔

❁❁❁❁❁

تَصا فَحُوْ يَذْهَبِ الْغِلُّ عَنْ قُلُوْ بِكُمْ

(اخبار النبیؐ ص21)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرو تا کہ تمہارے دلوں سے کینہ دور ہو جائے۔"

❁❁❁❁❁

سرمایہ داری نظام

حکومتِ سرمایہ داری یعنی مطلقاً آزاد ہو کر اور جس طرح سے بھی ممکن ہو، مالی فائدہ حاصل کرنا صرف حکومت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ حکومتیں چند مخصوص شرائط و مقررات کے تحت خود اجازت دیتی ہیں کہ (جائز و ناجائز طریقہ سے)، مالی فائدہ اٹھایا جائے جب کہ اسلام اس سرمایہ داری نظام کو قبول نہیں کرتا، اسلام مالی فائدہ حاصل کرنے کے لیے چند مخصوص شرائط کے مطابق اجازت دیتا ہے اور مال و دولت حاصل کرنے کے لیے اسلام نے جو جائز طریقے مقرر فرمائے ہیں، اُن کا بیان آئندہ ہوگا، ان شاء اللہ۔

❁❁❁❁❁

اَلْمُسْتَغْفِرُ عَنِ الذَّنبِ وَهُوَ مُصِرٌّ عَلَيْهِ كَالْمُسْتَهْزِئِ بِرَبِّهٖ

(اخبار النبیؐ: ص32)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"گناہ سے اس صورت میں توبہ کرنے والا کہ پھر وہی گناہ وہ بار بار کرے، اس طرح سے ہے کہ گویا وہ اپنے پروردگار سے مذاق کرتا ہے۔"

❁❁❁❁❁

حاکمیّتِ اسلام

حکومتِ اسلامی نے انسان کی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے مخصوص قواعد وضوابط مقرر فرمائے ہیں، اُن میں سے چند یہ ہیں:

1۔ اسلام کی نظر میں کائناتِ عالم کا خلق کرنے والا ایک حکیم ودانا اور عادل ہے اور اس جہاں کے فنا ہونے کے بعد تمام مخلوق اسی خالق وعادل کی بارگاہ میں پیش ہوگی، تا کہ نیک لوگوں کو اُن کے اچھے اعمال کی جزا اور برے لوگوں کو اُن کے برے اعمال کی سزا دی جائے، اسلام کے مطابق ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام جس صورت میں پیدا کیے گئے تھے، موجودہ انسان کو بھی ابتداً اُسی صورت میں پیدا کیا گیا ہے نہ کہ،''ڈارون'' کے نظریہ کے مطابق کہ،''موجودہ انسان پہلے

بندر کی صورت میں پیدا کیا گیا تھا اور اس نے تدریجاً موجودہ انسانی صورت کی طرف کمال پیدا کیا ہے''۔

2۔ دین اسلام میں قوانین و مقررات وضع کرنے کا اختیار فقط خدا کی ذات کو ہے اور ہر اس قانون کی جو قرآن و سنت، اجماع و عقل کے خلاف ماخذ رکھتا ہو، کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، '' قرآنِ مقدس '' اور سنت سے احکام کو اخذ کرنا (اور سنت سے مراد احادیث و روایات اور گفتار و کردار پیغمبر اکرم و بارہ آئمہ علیہم السلام ہیں، جب کہ اجماع سے مراد گروہِ فقہا کا، جس کا ایک جزو ذاتِ معصومؑ، بھی ہو، ایک مسئلہ پر متفق ہو جانا ہے)۔

شرعی احکام میں سے کسی حکم پر گروہِ فقہا کا متفق ہونا، جس میں کسی معصوم کی شمولیت بھی ہو، عقلِ انسانی اُن احکام کی علل کو درک کرتی ہے مثلاً جھوٹ بولنا قبیح ہے، احسان کرنا، سچ بولنا اچھا ہے اور اسی قسم کے دیگر احکام کو انسانی عقل، درک

کرتی ہے، (اس میں کسی خاص علم کی ضرورت نہیں بلکہ ایک بچہ بھی فطری طور پر جانتا ہے کہ جھوٹ بولنا بری اور احسان کرنا اچھی چیز ہے، مترجم)، وقتی طور پر اگر کوئی صورت پیش آئے مثلاً جنگ یا صلح یا اِسی طرح کے دیگر واقعات تو اسلام کے کل قوانین اُن میں بھی شامل ہیں اور حکومتِ اسلامی زمان ومکان کی شرائط کے مطابق ان پر عمل کرتی ہے۔

3۔ حکومتِ اسلامی کا یہ نظام ہے کہ مملکتِ اسلامی پر خدا کی حکومت ہو اور خداوند کریم نے اپنے فرستادہ پیغمبر اکرمؐ اور اُن کے بعد بارہ آئمہ علیہم السلام کو یہ اختیار دیا ہے اور امام علیہم السلام نے یہی اختیار ایسے شخص کو دیا ہے جو صحیح احکامِ اسلام کو ذرہ بھر کمی وبیشی کے بغیر جاری کرے، وہ صاحبِ ایمان ہو اور اس میں ملکۂ عدالت ہو، جو اسے واجبات کو انجام دینے اور محرمات سے بچنے کے لیے ابھارے، یہ حاکمِ اسلامی حق رکھتا ہے کہ کسی شخص یا گروہِ مسلمین کو مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال کے لیے اپنی طرف سے وکیل بنائے، ایسا گروہ جو امورِ مسلمین

کی بجا آوری کی صلاحیت رکھتا ہو، اگر حاکم جامع الشرائط جو امورِ مسلمین کی زمام اپنے ہاتھوں میں لینے کی صلاحیت رکھتے ہوں، کئی ہوں تو عوام جس کی تائید کریں وہ موزوں ومناسب ہوگا، اور احکام میں شوریٰ کے لیے مراجع تقلید کی طرف رجوع کیا جائے، اگر ایک اسلامی ملک میں دو حاکم جامع الشرائط موجود ہوں اور اُن میں سے ہر ایک قوانینِ اسلام کے مطابق عمل کرے تو درست ہے، جب تک حاکمِ جامع الشرائط میں صفاتِ حسنہ باقی رہیں، وہ اپنے منصب پر فائز رہے گا، لیکن اگر بعض شرائط مثلاً ــــــ "عدالت" ساقط ہو جائے تو وہ خود بخود اپنے منصب سے بھی ساقط ہو جائے گا۔

4۔ زراعت: قوانینِ اسلام کے مطابق زمین دو قسم کی ہے:

(1) وہ زمین جو حکومت کی ملکیت ہو اور وہ ایسی زمین ہے جو مسلمانوں نے جنگ کے ذریعہ حاصل کی ہو، شریعتِ مقدسہ میں اسے "مَفْتُوحَہ عَنْوَۃً" کہتے ہیں،

(2) مباح اراضی، اول: اس سے ایسی زمین مراد ہے جس سے حکومت کو آمدنی ہوتی ہو اور اس کی آمدنی میں تمام مسلمان شریک ہوتے ہوں، دوم: ایسی زمین مراد ہے جو کسی شخص کے قبضہ میں ہو اور اس شخص نے اسے پہلے سے آباد کر رکھا ہو، اس بنا پر ''مفتوحہ عنوہ'' زمین کا اصل مالک خدا ہے، لیکن اس زمین کو جس نے آباد کیا ہو، وہ اس کا مالک ہے، چونکہ اسلام نے لوگوں کو زراعت کی طرف شوق دلوایا ہے اور اس میں کوئی قید نہیں لگائی، تمام اراضی جو حکومتِ اسلامی کے پرچم تلے ہے، اسے احکامِ اسلام کے مطابق آباد کیا جانا چاہیے، آج کل مختلف ممالک میں اصلاحاتِ اراضی کا غلغلہ ہے، لیکن اسلام میں اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

تجارت: ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ جس قسم کا کاروبار کرنا چاہے، احکامِ اسلام کے مطابق اسے مکمل آزادی ہے ہر شخص تجارت کرسکتا ہے، کمیونزم و سوشلزم اور اسلام میں

ایک واضح فرق ہے اور سرمایہ داری نظام سے بھی بعض مقامات پر اسلام میں فرق ہے:

1۔ ایسی اشیا کی خرید وفروخت جو انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں، اسلام نے ممنوع قرار دی ہے مثلاً ہیروئن وافیون وغیرہ،

2۔ جو چیزیں اسلام میں حرام ہیں، اُن کی تجارت کا کسی کو بھی حق نہیں ہے، مثلاً شراب خنزیر وغیرہ،

3۔ جن چیزوں میں جائز فوائد ہیں، ان کی خرید وفروخت میں ممانعت کا کسی کو بھی حق نہیں ہے، مثلاً گندم، چاول وغیرہ،

4۔ تجارت سے جو منافع حاصل ہوتا ہے، واجب ہے کہ اس منافع کا پانچواں حصہ اور اسی طرح زکوٰۃ، باقاعدہ اسلامی حکومت کو ادا کی جائے اور حکومت کا فرض ہے کہ اس سے لوگوں کی ضروریات پوری کرے تاکہ محتاج لوگ اپنے فقر و افلاس سے چھٹکارا حاصل کرسکیں۔

5۔حکومت تجارت اور فائدہ اٹھانے کا حق رکھتی ہے، البتہ قانون''لا ضرر و لا ضِرار'' کے مطابق کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچا کر کوئی فائدہ حاصل کرے۔

6۔حکومت کو یہ حق نہیں کہ وہ تجارت کو اپنے کنٹرول میں لے لے،اس لیے کہ تجارت کی مشروع اقسام میں ہر کسی کو خرید وفروخت کی مکمل آزادی ہے۔

7۔ صنعت: صنعت کی تمام اقسام کی ترقی کے لیے اسلام شوق دلواتا ہے لہذا تمام صنائع اور کارخانے وغیرہ کسی قید کے بغیر صنعت میں آزاد ہیں،آج کل حکومتوں میں جو مالیاتی ٹیکس وغیرہ کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ اسلام اُس کو جائز قرار نہیں دیتا، اس لیے احکامِ اسلام کے مطابق صنعت و حرفت بہت ترقی کرسکتی ہے۔

8۔ اسلام میں آزادی، آئینِ اسلام میں ہر شخص کے

لیے جتنی آزادی موجود ہے، کسی بھی دوسرے قوانین دنیا میں اتنی آزادی نہیں ہے۔

اسلام کی روشنی میں سفر، زراعت، تجارت، اقتصاد اور دیگر امور میں، (سوائے اُن امور کے جو شرعاً حرام ہیں)، کسی کو بھی اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی کرے، لہذا مالیات، شناختی کارڈ، پاسپورٹ، جبری فوجی بھرتی سے معافی نامہ یا دیگر اس قسم کی قیود اسلام میں نہیں ہیں۔

9۔ اقتصاد، اسلام اقتصادی امور میں وسیع پیمانے پر ترقی کرسکتا ہے، ترقی کے اسباب یہ ہیں:

الف: اسلام صنعت وتجارت اور زراعت میں آزادی دیتا ہے، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لیے یہ آزادی کافی حد تک مد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔

ب: حکومتِ اسلامی قدرتی ذخائر اور زمین سے پیداوار

میں حتی الامکان کافی حد تک محنت کا پھل حاصل کر سکتی ہے، جو کہ ترقی کا سبب اور اقتصادی رونق کا موجب ہو سکتا ہے۔

ج: آج کل حکومت کے ملازمین کی تنخواہ سے جو فنڈ کاٹا جاتا ہے، اسلام اُن میں سے اکثر دفاتر کو اس کٹوتی کا مجاز نہیں سمجھتا اور بعض دفاتر کو بھی مشروع نہیں سمجھتا کہ اسلام میں اتنے دفاتر کی احتیاج ہی نہیں ہے۔

د: حکومتِ اسلامی کا وظیفہ ہے کہ معاشرہ میں ایک انسان جو کام کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، اس سے استفادہ کرے اور جو افراد پہلے سے مشغول ہیں، اُن کو مزید شوق دلوایا جائے، تاکہ ملک کی اقتصادی پیداوار میں اضافہ ہو اور فقیر و محتاج لوگوں کی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔

10۔ حکومتِ اسلامی میں فوج ایک مفید اور فعال شعبہ ہے، اسلام میں جبری فوجی بھرتی نہیں ہے بلکہ اسلام لوگوں کو ایسی روحانیت عطا کرتا ہے، کہ لوگ خُود بخود حکومتِ اسلامی

کے دفاع کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کرلیں اس کے لیے دو طریقوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے:

اول: فوجی ضروریات اور تمام قسم کے اسلحہ میں ترقی اور فوجی ٹریننگ دینا، لیکن ٹریننگ جبری نہیں ہونا چاہیے، بلکہ جو لوگ خود اپنی طرف سے آمادگی کا اظہار کریں، انہیں شامل کرنا چاہیے۔

دوم: اتنی وسیع زمین کی فراہمی جس میں ٹریننگ کے لیے جدید وسائل ہوں، تاکہ چند گھنٹے اس ٹریننگ کے لیے، جس میں ان کا زیادہ وقت ضائع نہ ہو، وہ شوق سے شریک ہو سکیں، ان میں سے ایک تو پریڈ ہے جس سے بازو اور ٹانگیں مضبوط ہوتی ہیں، لہٰذا وہ خوشی سے حاضر ہوں گے، سابقہ دور میں جو ٹریننگ ہوتی تھی، اس میں اور آج کل کی ٹریننگ میں وسائل کے اعتبار سے بہت فرق ہے۔

11۔ اسلام میں صلح: اسلام ایک صلح پسند دین ہے اور

کسی پر تجاوز نہیں کرتا، اگر کوئی مسلمانوں پر حملہ کرے تو دفاع کے لیے کم سے کم جنگ پر آمادہ کرتا ہے، اور اگر کوئی ظالم ضعیف گروہ پر حملہ کرے تو مظلوموں کی مدد کرنا اور ظالموں کے ظلم سے نجات دلوانا ضروری سمجھتا ہے۔

12۔ **اسلام میں صحت و حفاظت**: اسلام نے ایسے احکام معین فرمائے ہیں جن سے انسان کو صحت و تندرستی کا ربط ہے، مثلاً روزہ، شادی، نمک کا استعمال اور اسی قسم کے دوسرے ارشادات، پیٹ بھر کر کھانا کھانے سے منع کیا گیا ہے تاکہ بیماری سے محفوظ رہ سکیں، ایسی اشیا کے استعمال سے، جس میں نقصان کا اندیشہ ہو، روکا گیا ہے مثلاً شراب پینا، خنزیر کا گوشت کھانا وغیرہ اور ایسی ہی کئی اور چیزیں جن کے بارے میں اسلام نے مختلف مقام پر احکام بیان کیے ہیں۔

اس کے علاوہ بیماروں کی تیمارداری اور دیکھ بھال کا حکم دیا ہے، ڈسپنسری، طبی مراکز، ہسپتال کی تعمیر، مریضوں کے

ساتھ شفقت، دلجوئی اور اسی طرح کے دوسرے ضروری اقدامات
کی اسلام نے سفارش کی ہے۔

13۔ تعلیم: اسلام نے تعلیم و تعلم پر بہت زور دیا ہے، تا کہ معاشرہ میں ان پڑھ اور جاہل لوگ باقی نہ رہیں، اسلام نے حصولِ علم کے لیے جس قدر تاکید کی ہے اور کسی قانون میں نہیں ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ "ہر مرد (اور عورت) پر علم حاصل کرنا واجب ہے۔"

14۔ اسلام میں عورت کا مقام: اسلام میں عورت کے لیے کمال درجہ کی آزادی ہے، لیکن عورتوں کو مردوں کے ساتھ مخلوط مثلاً کالجوں، یونیورسٹیوں اور ہوسٹل وغیرہ میں زندگی بسر کرنے سے روکا ہے، تالاب اور حوض وغیرہ میں اکٹھا مِل کر نہانے، بے حجاب رہنے اور ایسے ہی دوسرے احکام جن سے عورت کی آزادی مجروح ہوتی ہو، منع کیا ہے، صنعت و حرفت، حصولِ علم، تجارت، زراعت، ڈاکٹری اور ایسے ہی بعض

دیگر احکام ،مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی ذکر کیے ہیں، گویا عورتیں بھی مردوں کی طرح اُن علوم کے حصول میں آزاد ہیں، علاوہ ازیں کچھ احکام فقط صنفِ نازک کے لیے مخصوص ہیں، جن کی مصلحت وحکمت بہت گہری اور فقط اُن کی طبیعت سے مختص ہے۔

15۔قضاوت: اسلام نے قضاوت کو بہت آسانی اور کمال کے ساتھ معین کیا ہے جیسا کہ ایک قاضی سات یا اِس سے کم تعداد میں اپنے معاونین کی مدد سے ایک لاکھ افراد کے مقدمات کے فیصلے (تھوڑی ہی مدت میں) سنا دیا کرتا تھا، اور اس کی چند وجوہات تھیں:

الف: اسلام جرائم و جنایات کو کم کرنے کا درس دیتا ہے، صلح وصفائی کی راہ ہموار کرنے کے لیے دستور معین کرتا ہے اور ایسی اصلاح کا حکم دیتا ہے جس سے جرائم کم سے کم تعداد میں وقوع پذیر ہوں۔

ب: جرائم کے فیصلے تحقیق ،انصاف اور سادگی کے ساتھ جلد سے جلد نبٹانے کا حکم دیتا ہے۔

ج: دنیا میں بعض قوانین ایسے موجود ہیں جن کی وجہ سے جرائم اور خلاف ورزیاں زیادہ ہوتی ہیں ، اسلام نے ایسے قوانین مقرر کیے ہیں جن کی بنا پر کم مقدمات قائم ہوتے ہیں ، جب کہ سرحدوں کی حد بندی اور کسٹم وغیرہ کے قوانین کا اسلام میں کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

16۔دفاتر: اسلام میں دفاتر کی تعداد بہت کم ہے مثلاً دفتر اوقاف ،غریبوں ،یتیموں کے امدادی مراکز ، یا دیگر ایسے رفاہی امور قاضی کے ساتھ مربوط ہیں ، اُن کے لیے جُدا دفتر کی ضرورت ہی نہیں ہے ، کسٹم کے دفتر اور مخصوص قسم کے زندان اسلام میں نہیں ہیں لہٰذا ایسے دفاتر کا جواِن کاموں سے متعلق ہیں ، اسلام میں وجود نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ دنیا میں موجودہ اداروں کی تعداد

اسلام کے مقرر کردہ تعداد سے دس گناہ زیادہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

نظامِ اسلام سے متعلق مختصراً ذکر کیے گئے سولہ عنوانات کی وضاحت کے لیے حقیقتاً ایک بڑی کتاب کی ضرورت ہے، تاکہ ان عنوانات کی خصوصیات اور ان کی شقوں کی پوری پوری وضاحت بیان کی جا سکے یہ بات ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام نے قوانین عدالت کو بہت اہمیت دی ہے اور عوام کی حاجات پوری کرنے کے لیے بیت المال کو ضروری قرار دیا ہے، جس سے غریب عوام کی بہت سی مشکلات دور ہوتی ہیں مثلاً بیروزگاروں کی جو پڑھے لکھے نہ ہوں یا ملازمت نہ کر سکتے ہوں، مدد کرنا یا ایسی ہی دیگر ضروریات پوری کرنا، آپس کے لڑائی جھگڑے یا کسی کو ناجائز تنگ کرنا، کسی کے حقوق تلف کرنا، ان امور کے لیے قضاوت کا سادہ، آسان اور عادلانہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے، جس کے ذریعے سے تحقیق کے ساتھ جلدی فیصلے کرنے کی تاکید ہے اور

ایسے موارد میں بھی بیت المال سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔

[1] (احکام تغیر یہ میں زمان ومکان یا کسی مصلحت کی بنا پر کمی و زیادتی ہوسکتی ہے، مترجم)

❁❁❁❁❁

---

[1] زیادہ وضاحت کے لیے مصنف کی کتاب "حکومتِ اسلامی و بحث ہائے فقہی اقتصاد" اور "در پرتو اسلام" کی طرف رجوع فرمائیں، مترجم

اجرائے اسلام

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے احکام اگر واقعاً ایسے ہی ہیں، جیسے بیان کیے جاتے ہیں، تو انہیں کس زمانے میں جاری کیا گیا تھا؟ کیونکہ مشہور یہی ہے کہ قوانینِ اسلام حقیقتاً کسی وقت بھی جاری نہیں ہو سکے ہیں، اس کا واضح جواب یہ ہے کہ احکامِ اسلام جاری تو کیے گئے تھے، لیکن اسلام کے قوانین پر کاملاً عمل نہیں کیا گیا بلکہ ناقص عمل کیا گیا تھا، البتہ رسول اکرمؐ اور اُن کے حقیقی جانشینوں کے زمانہ میں قوانینِ اسلام کاملاً جاری تھے اور اُن پر عمل بھی ہوتا تھا۔

خود رسول اکرمؐ کے زمانہ کے علاوہ باقی جن اوقات میں اسلام کے احکام جاری تھے، حکومت کا نظام عمومی مثلاً تجارت، زراعت، اقتصاد، فوج، تعلیم وغیرہ غرض یہ کہ ہر حکم

قوانینِ اسلام کے عین مطابق تھا ورنہ یہ اعتراض تو ڈیموکریٹی نظام اور کمیونزم پر بھی وارد ہوتا ہے کہ ابھی دنیا میں یہ نظام کہیں بھی مکمل طور پر نافذ نہیں ہوا، یہ دونوں قانون صدر اور اُن کے خواص یعنی وزرا اور اس کی پارٹی وغیرہ پر کبھی جاری نہیں ہوئے، بلکہ کسی ایک شعبے میں بھی انہوں نے اپنی تھیوری کے مطابق نافذ نہیں کیا، جب ڈیموکریٹی اور کمیونزم ابھی تک دنیا میں کسی شعبے میں بھی اپنی پوری شرائط کے ساتھ جاری نہیں ہوا تو اس نظام کی طرف عوام کو کیوں دعوت دی جاتی ہے، حکومتِ اسلامی کے نام پر گزشتہ تاریخ میں جو حکومتیں گزری ہیں، انہوں نے بھی نظامِ اسلام کا فقط دعویٰ برقرار رکھا لیکن اپنی ذات اور اپنے اطرافیوں کے لیے احکام اسلام کو کاملاً نافذ نہیں کیا، جبکہ نظامِ حکومت وہ اسلام ہی کے نام پر قائم کرتے تھے۔

❁❁❁❁❁

قانون کی پیروی

بیعت ،تقلید اور خلیفہ یا اس نائب کی پیروی کے بارے میں بھی اکثر سوال کیا جاتا رہتا ہے کہ یہ کیا ہے؟

جواب: ایک مسلمان شخص کا خلیفہ کی پیروی کو خود پر لازم قرار دینے کا نام بیعت ہے اور اس کی صورت یہ تھی کہ مسلمان اپنے ہاتھ کو خلیفہ کے ہاتھ میں دیتے تھے، جس طرح مسلمانوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک درخت کے نیچے بیعت کی تھی، (جو بیعت شجرہ کے نام سے مشہور ہے)، اسی طرح روزِ غدیر مسلمانوں کو حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہم السلام کی بیعت کرنے کا حکم بھی دیا گیا تھا، احکام شرعی کے ادلہ سے یہ چیز ظاہر نہیں ہے کہ ہر مسلمان پر ہر خلیفہ کی بیعت کرنا واجب

ہے بلکہ یہ اسی صورت میں واجب ہے جب پیغمبر اکرمؐ یا امام معصومؑ بیعت طلب کریں۔

تقلید: احکامِ شرعیہ مقدسہ پر ایک ایسے مجتہد کے فرمان کے مطابق عمل کرنا، جو احکامِ اسلام کو مدارک اصلی سے استنباط کے ذریعہ جانتا ہو، وہ عادل، مرد، آزاد اور وہ تمام شرائط جو شریعتِ مقدسہ میں مذکور ہیں، اس میں پائی جاتی ہوں۔

خلیفہ یا نائب خلیفہ کی پیروی: خلیفہ اسے کہتے ہیں جو پیغمبر اکرمؐ کا حقیقی جانشین ہو، اس کی اطاعت کرنا مسلمانوں پر ہر حالت میں واجب ہے، وہ جو بھی حکم یا دستور دیتا ہے، جنگ ہو یا صلح، دینی و دنیاوی امور میں اس کے حکم یا دستور کی پابندی کرنا، خواہ خلیفہ ہو یا اس کا نائب، فقیہہ ہو یا فقیہہ کی طرف سے نائب، مسلمان خواہ اس کا مقلد ہو یا جامع الشرائط فقیہہ کا اس کے ارشادات کی اطاعت کرنا ضروری ہے، (فقیہہ جامع الشرائط پیغمبر اکرمؐ کا جانشین ہوتا ہے)، حکومتِ اسلامی

پر بطور وکیل واجب ہے کہ ملک کے امور چلانے کے لیے گورنروں اور قاضیوں کا انتخاب کرے ، رئیس حکومت بلاواسطہ منتخب کرے یا اپنے وکلا کے ذریعے انتخاب کرے لیکن گورنروں اور وکلاء میں دو شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

1۔ کفایت : نظامی امور میں ادارہ کو چلانے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہو۔

2۔ عدالت : امور میں عدل وانصاف کا خیال رکھے، یعنی اس میں عدالت کا ملکہ ہو۔

قاضی میں ان دو شرائط کے علاوہ یہ بھی ہے کہ احکام اسلامی کو بابصیرت جانتا ہو، اسی طرح قاضی اور گورنر کا مرد اور مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔

رئیسِ حکومتِ اسلامی یا اس کے وکیل کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں پر کسی غیر مسلم فرد کو مسلط کر دے۔

دیگر تمام نظامی امور حکومت کے ملازمین کے لیے یا دستوراتِ عمومی مثلاً کام کا وقت اور تنخواہ کی مقدار معین کرنا،

کسی شخص کی دفتر میں کمی، زیادتی یا استعفیٰ قبول کرنا، کسی مصلحت کی بنا پر انعام اور کسی امتیاز کی بنا پر اچھا سلوک کرنا، ایک دفتر سے کسی دوسرے دفتر میں منتقل کرنا، سائلین، حاجت مندوں کے ساتھ مسئولیت کے وقت مناسب سلوک کرنا اور اس کے علاوہ اسی قسم کے امور حاکمِ اسلامی کی صلاحیت کے ساتھ مربوط ہیں۔

اسلام، کاریگر اور غیرِ کاریگر کو قانون کی نگاہ سے، برابر سمجھتا ہے اور جو کوئی جرم کا مرتکب ہو، اسے اس کے جرم کے مطابق سزا کا مستحق جانتا ہے۔

اسی بناء پر کاریگر اور غیر کاریگر، سیاہ و سفید، عرب و عجم اور لوگ خواہ کسی نسبت سے آپس میں مختلف ہوں، قانونِ اسلام کے اعتبار سے اُن میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ فقط اسلام ہی کا طرۂ امتیاز ہے، کیونکہ دنیا میں جتنے بھی قانون رائج ہیں مثلاً برطانوی یا پاکستانی، ان میں جرائم و جنایات میں خاص افراد کے

لیے امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے، مثلاً بادشاہ کو قانون سے مستثنیٰ اور خاص شخصیات کو قانون کی گرفت سے محفوظ قرار دینا روزِ روشن کی طرح واضح ہے جب کہ اسلام میں تمام افراد مساوی ہیں۔

وزرا اور مشیروں کا انتخاب کرنا، ان میں کمی و بیشی کرنا، امتِ اسلامی کی مصلحت کے مطابق امور انجام دینا، ایسے امور کے لیے اسلام نے تعداد معین نہیں کی، البتہ اس میں شک نہیں کہ اسلام معاشرہ کے فائدہ اور بھلائی کو مدنظر رکھتا ہے مثلاً

1۔ زیادہ سے زیادہ آزادی اور اُس میں وسعت پیدا کرنا۔

2۔ سادگی کے ساتھ تعجب خیز ترقی کرنا۔

3۔ مسلمانوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ اعتماد پیدا کرنا۔

4۔ حکومت اسلامی میں ادارے بہت کم تعداد میں ہیں شاید دنیا کے نظاموں کے مقابلہ میں دسواں حصہ ہوں، اس کے لیے اتنا ہی بیان کرنا کافی ہے، حکومت کے بہت سے اداری کام ایک گورنر، قاضی، مسئول، بیت المال اور چند معاونین کے ساتھ ادا ہوا کرتے تھے۔[1]

❁❁❁❁❁

[1] مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے مصنف کی کتاب ''بحث ہائے فقہی حکومتِ اسلامی'' کا مطالعہ کریں، (مترجم)

اَقلِیّت

حکومتِ اسلامی میں اقلیتی گروہ کے لیے دوسری حکومتوں کی طرح قانون موجود ہیں، البتہ فرق یہ ہے کہ دوسری حکومتوں میں اقلیتی گروہ پر پابندیاں ہیں اور اسلام نے اُن کے لیے تمام تر آزادی کی اجازت دی ہے، فقط جو چیزیں اسلام میں حرام ہیں، اُن میں لوگوں کے سامنے مرتکب ہونے کی آزادی نہیں ہے، گویا کسی بھی حالت میں منکراتِ اسلام کے اظہار کی اجازت نہیں ہے۔

چونکہ نورِ اسلام میں اقلیتی گروہوں کو تمام آزادیاں میسر تھیں، اس لیے طولِ تاریخ میں ہمیشہ اقلیتی گروہ حکومتِ اسلام کی تمنا کرتے رہے ہیں اور اُن کی آرزو رہی ہے کہ غیر اسلامی حکومتوں کو جو اُن پر ظلم و ستم کرتی ہیں، سرنگوں کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ

(اخبار النبیؐ: ص34)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔''

❁❁❁❁❁

عوام کی حاجات پوری کرنا

اسلام کے پاس ایک خزانہ بنام ''بیت المال'' موجود ہے، جس میں خمس وزکوٰۃ، خراج و جزیہ کی رقم جمع ہوتی ہے اور حاجت مندوں، غریبوں، محتاجوں، کی ضروریات کے لیے خرچ ہوتی ہے، اس کے علاوہ حکومتِ اسلامی کی ضروریات بھی اسی سے پوری ہوتی ہیں۔ اقتصادی امور میں سے بیت المال ایک ایسی مہم ترین چیز ہے جو فقر و احتیاج کو دور کرنے میں انتہائی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

بیت المال جن ضروریات کو پورا کرتا ہے، اس کے مقابلہ میں اس دنیا میں کہیں بھی ایسا نظام موجود نہیں ہے، بطور نمونہ اُن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

حکومت کی اپنی اصلاحی ضروریات کی بجا آوری، بے یار

و مدد گار لوگوں کی مدد، نادار مریضوں کا علاج معالجہ، ایسے مسافرین کی، جو دورانِ سفر اپنا زادِ راہ گُم یا ختم کر بیٹھیں، اُن کی منزل تک پہنچانے میں مدد، ایسے غیر شادی شدہ لوگوں کی مدد جو سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے شادی نہ کر سکیں، زراعت کے لیے غریب کسانوں کی مدد، رہائش نہ رکھنے والے خاندانوں کے لیے رہائش کا انتظام، تجارت کے لیے سرمایہ نہ رکھنے والے تاجروں کی مدد، حصولِ علم کے لیے احتیاج رکھنے والے طلبا کی مدد وغیرہ

تمام حکومتی شعبوں میں حکومت کی احتیاج بیت المال ہی سے پوری ہوتی رہی ہیں، اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام کی حکومت میں کوئی فقیر نظر نہیں آتا تھا، ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دورِ حکومت میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دستِ گدائی دراز کیا ہوا تھا، آپؑ تعجب کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ، ''یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟'' لوگوں نے عرض کی

کہ، ''یہ ایک ضعیف نصرانی شخص ہے، جو عاجز ہو گیا ہے'' امام علی علیہ السلام نے فرمایا، ''کیا جس وقت وہ عاجز نہیں تھا، اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا؟ کیا اسے روزگار مہیا کیا گیا تھا یا نہیں؟'' پھر آپؑ نے حکم دیا کہ، ''اسے بیت المال سے وظیفہ دیا جائے''

معاشرہ کی بہبود کے لیے اسلام جو مہم ترین اسباب فراہم کرتا ہے، پوری دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی کیوں کہ دنیا کے نظام ایسی سعادت و بھلائی سے بالکل محروم ہیں، اُن میں سے چند یہ ہیں:

ایمان: ایمان ایک ایسا جوہر ہے جس کی بدولت خداوند کریم کی بارگاہ میں انسان اپنے آپ کو ہمیشہ مسئول سمجھتا ہے، اس ایمان کے سبب انسان کے باطن میں ایک ایسی قوتِ مانع پیدا ہوتی ہے جو انسان کو خیانت، جنایت، ظلم و ستم اور خلافِ عقل اعمال کے ارتکاب سے روکتی ہے، فرض کریں اڑھائی لاکھ آدمیوں پر اگر دس لاکھ افراد کو مقرر کر دیں جو انہیں بُرائی سے باز رکھیں تو بھی یہ نگران ایمان کے مقابلے میں

کوئی اہمیت نہیں رکھتے، لیکن ایمان ایسا ملکہ ہے جو عوام کو جرائم و جنایات کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے،(بلکہ بعض اوقات اگر ہزاروں لوگ ایک مضبوط صاحبِ ایمان کو کسی جرم یا جنایت کی دعوت دیں تو اسرار کے باوجود بھی مومن گناہ کے ارتکاب سے انکار کر دیتا ہے، مترجم)۔

اعتماد: معاشرہ کے افراد میں اعتماد ہو تو ہر ایک آرام کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکتا ہے، ایک دوسرے پر اعتماد جتنا کمزور ہوتا جائے گا، اتنے ہی اجتماعی روابط بھی کمزور ہوتے جائیں گے مثلاً حکومت پر اگر لوگوں کا اعتماد نہ ہو تو لوگ حکومت کے ساتھ تعاون نہیں کریں گے، اسی طرح حکومت کو ملت و عوام پر اعتماد نہیں ہوگا تو لوگوں کے معاملات میں حکومت کی طرف سے سختی ہوگی اور یوں حکومت کے تمام شعبوں میں سختی ہی سختی ہوگی۔

چونکہ اسلام لوگوں میں روحانیت کو فروغ دیتا ہے اور

معنویت پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے حکومت کا عوام پر اعتماد اور عوام کا حکومت پر قائم ہوتا ہے اور اس اعتماد و اطمینان ہی کے سبب حکومت میں استقلال پیدا ہوتا ہے اور حکومت اپنے عوام کی راہنمائی و ہدایت، بھلائی و سعادت اور معاشرہ کی ترقی کے لیے اچھے اچھے کام کرسکتی ہے۔

فضیلت: جرائم میں کمی کا سبب بنتی ہے اور بلکہ بعض اوقات تو جرائم کے بالکل ہی ختم ہو جانے کا سبب بنتی ہے۔

جرائم کے دو سبب ہیں، اول خباثتِ باطن دوسرا احتیاج، مثلاً ایک آدمی جوان ہے اور شادی نہیں کرسکتا، تو اس کا قدم زِنا کی طرف اٹھے گا، لیکن اسلام، انسان کو ایمان وفضیلت کے ذریعے باطنی صفائی عطا کرتا ہے اور اس کے دل میں خوفِ خدا پیدا کرتا ہے، جب تک مومن کا دامن ایمان اور غیرت سے پُر ہے وہ زِنا کار نہیں ہوگا، دوسرا سبب احتیاج ہے، یعنی انسان اگر محتاج ہوگا، تو چوری، ڈاکے اور بُرے کاموں سے اپنی عظمت کو

مجروح کرے گا، اسلام نے بیت المال مقرر کیا تاکہ معاشرہ کے محتاج افراد کی ضروریات کو پورا کیا جا سکے، مذکورہ دونوں اسباب کی بیخ کنی سے معاشرۂ اسلامی سے جرائم و جنایات ختم ہو سکتے ہیں اور یہ واضح ہے کہ جس معاشرہ سے جرائم و جنایات ختم ہو جائیں وہ معاشرہ انسانیت، خوش بختی اور سعادت و بھلائی سے کس قدر بہرہ مند ہوگا اور حکومت عوام کے لیے اور عوام حکومت کے لیے کتنے بہترین معاون و مددگار ثابت ہو سکیں گے۔

❁❁❁❁❁

قوانین خاص و عام

زندگی کے ہر شعبہ میں قوانینِ اسلام دو حصوں میں تقسیم ہیں:

1۔ قوانینِ خاص، نظامِ اسلام کو مخصوص اور معین بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ حاکمِ حکومتِ اسلامی کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ، امامؑ یا قائم مقام کے اختیارات اور انسان کی زندگی کے مخصوص دستور اور حرام چیزوں مثلاً شراب پینا، سود لینا دینا، ایک وقت میں چار سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا وغیرہ کا ذکر وضاحت سے کیا گیا ہے،

نَظَرُ الْوَلَدِ اِلیٰ وَالِدَیْهِ حُبّاً لَّهُمَا عِبَادَةٌ

(اخبار النبیؐ: ص 37)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بیٹے کا (اپنے والدین کی محبت میں)، اپنے والدین پر محبت کی نظر ڈالنا بھی عبادت ہے۔''

❁❁❁❁❁

حکومت کے مقاصد

اسلامی حکومت کے مقاصد فقط تین امور میں متعین ہیں:

1۔ لوگوں میں عدالت کو قائم کرنا تا کہ ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہ ہو سکے۔

2۔ ملت کے لیے ایسا ماحول ومعاشرہ قائم کرنا جو زندگی کے تمام شعبوں میں ان کی ترقی کا باعث ہو۔

اسلامی حکومت کے یہ دو مقاصد تو اس بنا پر ہیں کہ وہ حاکم وفرمانروا ہے، اس کے علاوہ تیسرا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تلقین اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکنا اور اسلامی حکومت کا یہ تیسرا مقصد ایسا اہم ہے کہ قوانینِ اسلام کے علاوہ باقی تمام دنیاوی قوانین میں اس چیز کا وجود نہیں ہے، مثلاً حکومت کے بارے میں ایک گروہ کا نظریہ

یہ ہے کہ:

1۔حکومت لوگوں کی قومی برتری میں اُن کی مدد کرے، افراد کی آزادی کی حفاظت کرے اور اُن کی ترقی کی کوشش کرے۔

2۔دوسرے گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ حکومت امن وامان قائم کرے، لوگوں میں نظامِ عدالت قائم کرے، جامۂ انسانیت کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے، رفاہِ عامہ کے امور انجام دے اور لوگوں کی سطح کو بلند کرے۔

3۔تیسرے گروہ کے نظریہ کے مطابق حکومت کا مقصد رفاہِ عمومی، افراد کی آزادی، اُن کی بھلائی کے کام اور اُن کے اخلاق کو اچھا بنانا ہے۔

حکومتِ اسلامی کے تین مقاصد کے مقابلہ میں تینوں گروہوں کے جُدا جُدا نظریات ہیں اور وہ ان کے علاوہ مزید تین امور اور بھی اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں:

1۔ اطاعت گزار ملت

2۔ ہئیتِ حاکمہ

3۔ ایسا علاقہ جس میں ملت زندگی بسر کرتی ہو۔

اور اُنہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ امتِ متدین، ہیئتِ حاکمہ کے دین سے تعلق رکھتی بھی ہے یا نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک حکومت میں بعض مسلمان زندگی بسر کرتے ہوں اور اُن کے لیے احکامِ اسلامی کا حکم کرنے والے دوسری جگہ زندگی بسر کرتے ہوں، تو حکومت کا اطلاق ہوگا یا نہیں.....

اسی طرح اگر کسی مقام پر، دو ہیئتِ حاکمہ ہوں اور عوام اُن دونوں کے حکم پر عمل کرتے ہوں اور اُن دونوں حکمرانوں میں کوئی جھگڑا بھی نہ ہوتا ہو تو کیا اسے ہیئتِ حاکمہ سے تعبیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(اور اس بحث کو مؤلف نے اپنی کتاب ''سیاست از دیدگاہِ

اسلام‘‘ میں مفصل بیان کیا ہے، مترجم)۔

اسلام اس بارے میں فرماتا ہے کہ، ’’ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسی ہیئتِ حاکمہ کے دستور کی پابندی کرے جو احکامِ اسلام کے مطابق حکم کرے، خواہ ایسی ہیئتِ حاکمہ کے ہاتھ میں نظامِ حکومت ہو یا نہ ہو، اور خواہ ایسی ہیئتِ حاکمہ کسی حکومت کے زیرِ نگیں ہی زندگی کیوں نہ بسر کرتے ہوں (جیسے فرعون کے زمانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یزید کے زمانے میں حضرت امام حسین علیہ السلام، مترجم)، یا وہ ہیئت حاکمہ خود ایک ایسی حکومت کی صورت میں ہو جو احکامِ اسلام کو جاری کرتی ہو، (جیسا کہ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کا دورانیہ، مترجم)

جب حکومتِ اسلامی موجود ہو تو پھر اس چیز کے بیان کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ اسلحہ، لشکر، نظام، مال، خانوادہ، دین، زراعت، صنعت اور تعلیم وغیرہ کے سلسلہ میں

حکومت وعوام کے درمیان اجتماعی رابطہ ہونا چاہیے تا کہ عوام اور حکومت متحد ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور ایک دوسرے کے احترام کے قائل ہوں، (اس لیے کہ یہ چیزیں تو احکامِ اسلام کے مطابق اسلامی حکومت ہی کا طرۂ امتیاز ہیں۔مترجم)۔

QURAN-O-ITRAT ACADEMY
865/1, Pire Street,
Garden East, KARACHI
Ph:- 7226948

QURAN-O-ITRAT ACADEMY
865/1, Pire Street,
Garden East, KARACHI
Ph:- 7226948

مِنْ حُقُوقِ الْوَلَدِ عَلَى الْوَلِدَانِ يَحْسُنُ اسْمَهُ وَ يَحْسُنُ اَدَبَهُ

(اخبار النبیؐ: ص38)

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بیٹے کے اپنے والدین پر جو حقوق ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھیں اور اسے اچھے آداب سکھلائیں۔''

❁❁❁❁❁

قوانینِ کُلّی

بہت سے لوگوں پر عام قوانین جاری ہوتے ہیں، مثلاً ملازمین کی تعداد یا اُن سے کام لینے کا طریقہ یا رہائشِ مکان، جو حلال طریقے سے حاصل کیا ہوا لباس، کھانے، پینے یا اِسی قسم کی دوسری انسانی ضروریات کے لیے مقدار معین نہیں فرمائی گئی ہے۔

جس طرح بجلی سے فائدہ حاصل کرنا یا ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کرنا جائز ہے، ایسے ہی رئیسِ حکومتِ اسلامی، مصلحتِ وقت کے مطابق مملکت کے امور چلانے میں جو طریقہ مناسب سمجھے، اختیار کر سکتا ہے اور جس طرح جدید ٹیکنالوجی سے رفاہِ عامہ کی فلاح کے لیے استفادہ کیا جا سکتا ہے ایسے ہی ملکی امور اور تعمیر و ترقی کے لیے ایسے انسان کا جس کی عقل و فکر اور

صلاحیت حکومت کے لیے مفید ثابت ہو، انتخاب کر سکتا ہے۔

یہ آخری مقصد تھا جو اس کتابچے کے آخر میں بیان کیا گیا ہے، خداوند کریم کی بارگاہ میں التجا ہے کہ ملتِ اسلام کو توفیق حاصل ہو کہ وہ اپنے آپ پر اسلام کو عقیدہ و شریعت اور نظام کے طور پر نافذ کریں، تاکہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمات سے بہرہ مند ہوں اور سعادت و بھلائی کے مستحق قرار پائیں۔

سبحان ربّک ربّ العزة عما یصفون و سلامٌ علی المرسلین والحمد للّٰه ربّ العٰلمین

ترجمہ تمام شد 15 شعبان المعظم 1405. ہجری قمری بروز سوموار ساڑھے دس بجے شب

حافظ اقبال حسین جاوید

6-5-1985

اردی بہشت 64. ہجری شمسی، حوزۂ علمیہ قم مقدسہ، ایران

مترجم کی مطبوعات

الشیعہ فی القرآن

کمیونسٹوں سے مناظرے

رجعت (حکومت امامؑ زمانہ)

تاریخ عزاداری حسینی

اخبار النبیؐ

ملاقات با امامؑ زمان (جلد اوّل)

اخبار الامامؑ

ملاقات با امامؑ زمان (جلد دوئم)

رہنمائے قرأت جدید

بررسی کوتاہ از نہضت (امام حسینؑ)

عدل

جہاد

اسلام اور قوانین جہان

عالم عجیب ارواح

حدیث کساء مترجم

ملنے کا پتہ: الکریم پبلیکیشنز، سمیع سنٹر، 38 اردو بازار لاہور

ادارہ پاسبان اسلام

بھلوال ضلع سرگودھا کی مطبوعات

- اخبار النبیؐ
- معراج المومنین (نماز)
- اخبار الامامؑ
- صرف میر (اردو)
- رہنمائے قرات جدید
- مخزن الجواہر
- کمیونسٹوں سے مناظرے
- التجوید
- اسلام اور قوانین جہاں
- احکام اسلام
- الشیعہ فی القرآن
- ابن فہد حلی
- جہاد
- اصول دین
- عدل
- فریضہ الٰہی (روزہ)
- بررسی کوتاہ از نہضت امام حسینؑ
- اسلامی آئین
- تحریف ....
- اہم پیغام
- اسلام میں عورت
- اصلی و حقیقی ....
- دعائے کمیل
- حدیث کساء

آیت اللہ العظمیٰ سید محمد الشیرازی مرحوم